ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

اکتوبر ۲۰۱۰ء

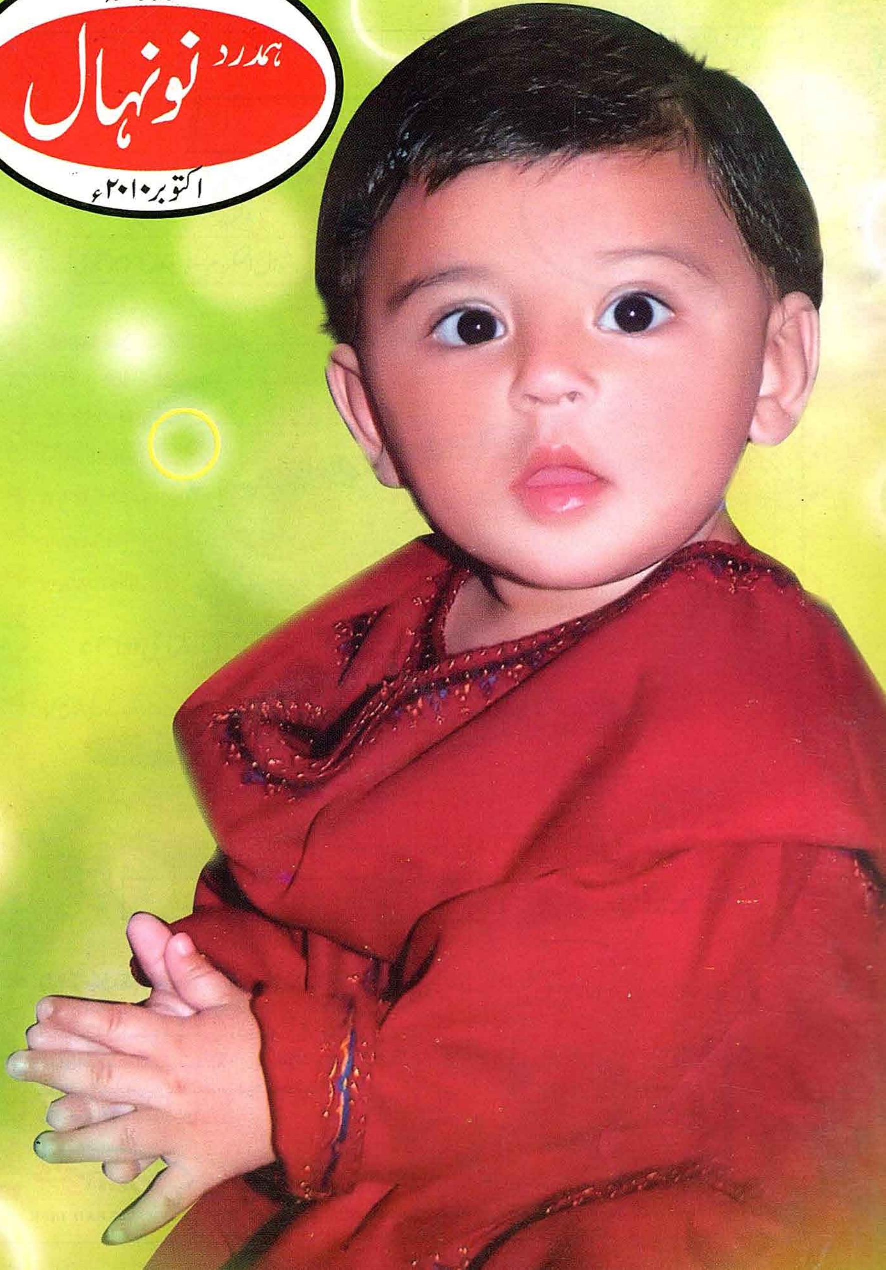

بھرپور غذائیت ۔ مکمّل غذا
Young's
Chicken Spread
بڑھتے جاؤ، کھاتے جاؤ...
چکن، انڈا اور خالص ویجیٹیبل آئل
ینگز چکن اسپریڈ کو پروٹین اور دیگر ضروری
غذائی اجزاء سے بھرپور بناتے ہیں۔ یہ ایک مکمّل اور
غذائیت سے بھرپور غذا ہے جو دیتا ہے آپ کو بڑھتے
رہنے کی طاقت ۔ روزانہ!
Young's®
YOUNG'S (PRIVATE) LIMITED
www.youngsfood.com
SPREAD HEALTH. SPREAD LIFE.

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۵۸ واں سال

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

اکتوبر ۲۰۱۰ عیسوی

شوال المکرم - ذیقعد ۱۴۳۱ ہجری

شمارہ ۱۰

جلد ۵۸

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949

ایکسٹینشن — (054 یا 052 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر — 92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

صدرِ مجلس

سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا

مسعود احمد برکاتی

پتا: دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سرورق کی تصویر	شان زے نسیم خان، کراچی

ISSN 02 59-3734

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

قیمت فی شمارہ	سالانہ (رجسٹری سے)	سالانہ (عام ڈاک سے)	سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)	سالانہ (غیر ممالک سے)
۲۵ روپے	۳۸۰ روپے	۲۶۰ روپے	۲۴۰ روپے	۴۰ امریکی ڈالر

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	۴	شہید حکیم محمد سعید
پہلی بات	۵	مسعود احمد برکاتی
روشن خیالات	۶	ننھے گلچیں
شہیدِ ملت (نظم)	۷	تنویر پھول
علم دریچے	۱۲	نکتہ داں نونہال

ایک نونہال کی کہانی خود اس کی زبانی ۸
بچپن میں جس کا مذاق اُڑایا گیا، مگر وہ بلندیوں پر پہنچا

صفائی کا حسن ۳۰
مسعود احمد برکاتی
آپ کے ماحول کو گندا کون کرتا ہے؟
ایک اصلاحی تحریر

حرکت میں برکت	۱۶	شہید حکیم محمد سعید
نونہال مصور	۱۹	ننھے آرٹسٹ
شہیدِ پاکستان (نظم)	۲۹	ضیاء الحسن ضیا
محنت کرو (نظم)	۳۹	عباس العزم

سات ماموں ۲۱
سیما صدیقی
سات کنجوس ماموؤں اور ایک چالاک بھانجے کی مزے دار کہانی

تمھارے خوب صورت بال	۴۰	شہید حکیم محمد سعید
تصویر خانہ	۴۵	ادارہ
ڈاک ٹکٹ کا سفر	۵۵	نسرین شاہین
معلومات افزا - ۱۷۸	۵۸	سلیم فرخی
ہنسی گھر	۶۱	ننھے مزاح نگار

بلاعنوان انعامی کہانی

حسن ذکی کاظمی ۳۱

اس خوب صورت کہانی کا عنوان
بتا کر کتاب حاصل کیجیے

شہزادہ گل منیر	۶۴	پروفیسر سلیم سھتو
مسکراتی لکیریں	۶۹	ادارہ
آیئے مصوری سیکھیں	۷۰	ادارہ
مچھلی کی بات	۷۱	شہید حکیم محمد سعید
مسکراؤ بچو! (نظم)	۷۵	کرشن پرویز

ایک وار میں چھے شکار

معراج ۴۶

ایک لڑکے نے کس طرح چھے ظالم
جادوگروں کو ایک ساتھ ختم کیا؟

بیت بازی	۸۷	خوش ذوق نونہال
ہمدرد نونہال اسمبلی	۸۸	سید علی بخاری
اعترافِ خدمات	۹۰	سلیم فرخی
اصل مسیحا (کہانی)	۹۳	نیما گل
اشتیاق احمد۔مقبول ادیب	۹۹	حمیرا سید

قصہ حاتم طائی (۲)

سید علی اسد ۷۶

پرانے دور کی مزے دار
اردو میں ایک عجیب و غریب داستان

نونہال ادیب	۱۰۳	ننھے لکھنے والے
آدھی ملاقات	۱۱۳	نونہال پڑھنے والے
نونہال خبرنامہ	۱۱۹	ننھے صحافی
انعامات بلاعنوان کہانی	۱۲۰	ادارہ
جوابات معلومات افزا-۱۷۶	۱۲۴	ادارہ
نونہال لغت	۱۲۸	ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید
کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

مسلمان مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اس کی خوشی میں شریک ہوتا ہے۔ پریشانی میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اس پر کوئی زیادتی نہیں ہونے دیتا۔ نہ خود اس پر کوئی ظلم کرتا ہے اور نہ دوسروں کو ظلم کرنے دیتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے بھائی کی کوئی حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور کرے گا۔

اگر سب بھائی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں، مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے کا غم بٹائیں تو زندگی کتنی مزے دار ہو جائے۔ اگر کوئی بھائی کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے، اس کے پاس کسی چیز کی کمی ہو جائے، اس کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو دوسرے بھائی آگے آئیں اور اس کا ساتھ دیں تو اس کی پریشانی دور ہو سکتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہر آدمی صرف اپنی بھلائی میں لگا رہے اور دوسرے بھائی کی پروا نہ کرے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی ہوگا کہ ایک بھائی تو بہت خوش ہے، مگر دوسرا بھائی تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ اس میں مزہ نہیں ہے۔ مزہ اسی وقت ہے، جب سب مزے میں ہوں، سب خوش ہوں اور ایک دوسرے کی بھلائی چاہیں، ایک دوسرے کے کام آئیں، کسی کو پریشان نہ دیکھ سکیں۔ سچی خوشی اسی کو کہتے ہیں۔

(ہمدرد نونہال جون ۱۹۸۶ء سے لیا گیا)

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

اس مہینے کا خیال

محبتیں بانٹو اور محبتیں لوٹو

نونہال دوستو! ہمدرد نونہال اکتوبر ۲۰۱۰ء کا شمارہ پیش کرنے کی خوشی حاصل کر رہا ہے۔ اپنا پیارا پاکستان سخت حالات سے گزر رہا ہے۔ قدرتی آفات کے علاوہ اپنی، اپنے بڑوں کی غلطیاں بھی خرابی کی ذمے دار ہیں، لیکن ہمیں یہ سوچ کر اور یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جانا چاہیے کہ یہ اچھا نہیں ہو رہا ہے، بلکہ اپنے آپ کو اچھا بنانے، محنت، محبت اور قوم کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو صحیح راستے پر چلانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے اور ضرور کرنی چاہیے۔ لوگوں کو برائیوں، غلط کاموں اور بُری عادتوں سے روکنا بھی ہمارا فرض ہے۔ نونہال دوست ابھی سے یہ ارادہ پکا ارادہ کر لیں کہ خود سیدھے راستے پر چلیں گے، بُری باتوں سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی بُری باتوں سے روکیں گے۔

میرے پیارے نونہال دوستو! مجھے تم سے بڑی اُمیدیں ہیں۔ ان شاء اللہ تم ہی قوم کو برائیوں کے جال سے نکالو گے اور پاکستان کو امن، سلامتی، ترقی کے راستے پر چلاؤ گے۔

اکتوبر کا مہینہ بہت اہم ہے۔ اس مہینے میں ہم نے پاکستان کے دو سچے خادموں سے اپنے آپ کو محروم کر لیا تھا۔ ان کا بدل اب تک پیدا نہ ہو سکا، مگر میں مایوس نہیں ہوں۔ نونہالوں میں سے ہی ایسے قوم کے ہمدرد اور سچے خادم پیدا ہوں گے اور وہ شرافت اور عظمت کے چراغ روشن کریں گے۔

ایک غلطی جو ہم سے پتا نہیں کس طرح سرزد ہوئی۔ ستمبر کے شمارے میں صفحہ ۱۰۲ پر ''معلومات پاکستان'' کی پہلی سطر میں پاکستان کی گولڈن جوبلی کا سال ۱۹۹۷ء کی جگہ ۱۹۴۹ء چھپ گیا۔ یہ کمپیوٹر صاحب کی کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال اس غلطی سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ نونہال بھی معاف کر دیں اور اپنی کاپیوں میں ۱۹۴۹ء کاٹ کر ۱۹۹۷ء لکھ لیں۔

آیندہ شمارے میں پھر ملاقات ہوگی۔ میری صحت کے لیے دعا کرتے رہا کریں۔ اللہ حافظ

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جو اپنے وعدے کا خیال نہیں رکھتا، اُس میں دین نہیں ہے۔

مرسلہ: **سلمیٰ پروین، کراچی**

حضرت عائشہ صدیقہؓ

مہمان کے واسطے زیادہ خرچ کرو، کیوں کہ یہ اسراف میں سے نہیں۔

مرسلہ: **مہک اکرم، کراچی**

بایزید بسطامیؒ

انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں: علم، عمل، کرم، خوش کلامی۔

مرسلہ: **عبدالرافع، کراچی**

شیخ سعدیؒ

عمر کی درازی کا راز صبر میں پوشیدہ ہے۔

مرسلہ: ربیعہ شفیق، حیدرآباد

امام غزالیؒ

صبر کی برداشت، علم کی مٹھاس اور نیک عمل کی محنت وہ دوا ہے، جس سے دل کی بیماری کا علاج ہوتا ہے۔

مرسلہ: **سعدیہ نذر محمد رونجہ، اوتھل، بلوچستان**

ابنِ خلدون

جاہل کا انکسار، عالم کے غرور سے بہتر ہے۔

مرسلہ: **قاری عامر محمود، مانسہرہ، ہزارہ**

شہید حکیم محمد سعید

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے اچھے اخلاق سے سارے عالم کے دل موہ لیے تھے۔

مرسلہ: **سعد معراج صدیقی، کراچی**

ولیم شیکسپیئر

دوستی زندگی کے تمام معاملات میں وفاداری کا ثبوت دیتی ہے۔

مرسلہ: **زلیخا بانو کھتری اٹارسی والے، نیو کراچی**

ایمرسن

عقل کی حد ہو سکتی ہے، لیکن بے وقوفی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

مرسلہ: **شاہ زیب خان، حیدرآباد**

شہیدِ ملّت

تنویر پھول

ملت پہ جان اپنی کردی نثار تُو نے
سینچا وطن لہو سے ، بخشی بہار تُو نے

تُو بانیِ وطن کا ساتھی رہا ہمیشہ
ملت نے تجھ کو قائد اپنا کہا ہمیشہ

رُوپوش ہے کہاں تُو اے باغباں چمن کے
ملت پکارتی ہے اے پاسباں وطن کے

تُو نے وطن کی خاطر سینے پہ کھائی گولی
ہر گل میں اس چمن کے سرخی لہو کی گھولی

جب وقتِ نزع آیا ، جانے لگا یہاں سے
سونپا وطن خدا کو ، رخصت ہوا جہاں سے

جتنے بھی ہیں عنادِل ، ہیں سوگوار اب تک
یہ پھولؔ تیرے غم میں ہے اشکبار اب تک

ایک نونہال کی کہانی

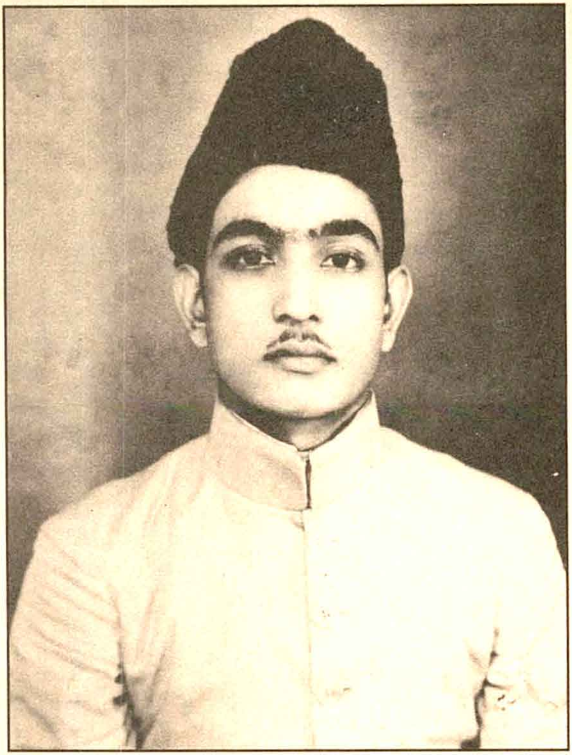

خود اس کی زبانی

نونہال سعید ایک دن دور کی ہانک رہا تھا۔ دوسرے بھائی بہنوں کے درمیان بیٹھا کہہ رہا تھا کہ میں بڑا ہو کر عالم بنوں گا، بچوں کو پڑھاؤں گا، ان کے لیے مدرسے بناؤں گا۔

بڑی بہن نے کہا: ''تم ہکلے کیا پڑھاؤ گے؟ سبق کیسے دو گے؟''

نونہال سعید رنجیدہ ہو گیا۔ اس کی زبان میں شدید لکنت تھی۔ اپنے بڑے بھائی کے سامنے تو وہ بول ہی نہیں سکتا تھا۔ لکھ کر دے دیتا تھا۔

آپا بھی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں: ''آؤ، میں تم کو ایک کہانی سناتی ہوں۔'' سب بچے

سکڑ کر بیٹھ گئے۔ آپا نے کہانی سنانی شروع کی۔

ایک تھا دودھ والا۔ دودھ کا ہنڈا سر پر رکھے جا رہا تھا۔ اسے گاہکوں کو صبح ہی صبح دودھ پہنچانا تھا۔ راستہ لمبا تھا۔ اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا:

دودھ فروخت کر کے جو روپے ملیں گے، ان سے ایک گائے خریدوں گا۔

گائے دودھ دے گی۔ اس سے دولت کماؤں گا۔

اس دولت سے اپنا مکان بناؤں گا۔

اس مکان میں میرے بچے ہوں گے۔ میرے ملازم ہوں گے۔

ملازم جب میرے پاس آئیں گے تو میں ان کو ڈانٹوں گا۔

ان سے کہوں گا کہ باہر جاؤ، ٹوپی پہن کر آؤ۔ بے ادب ہو۔ اب جاتے ہو کہ نہیں!

آپا نے بتایا کہ دودھ والا یہ سب سوچتا جا رہا تھا، جیسے ہی اس نے ملازم کو ڈانٹا، اس کا سر زور سے ہل گیا اور دودھ کا ہنڈا دھڑام سے گر پڑا۔ دودھ سب کا سب بہ گیا۔

بڑے بھائی نے کہانی سن کر لقمہ دیا: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ دودھ والا خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ اس خیال میں جیسے ہی اس نے نوکر کو ڈانٹ پلائی، گردن میں جھٹکا لگا اور دودھ کا برتن گر گیا۔''

نونہال سعید نے یہ کہانی بڑے غور سے سنی۔ اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا۔ زیرک اور ذہین تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہ اس پر چوٹ ہوگئی، یعنی اس کہانی کا مطلب یہ ہے کہ میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہوں۔ نہ میں معلم بن سکتا ہوں اور نہ میں مدرسے بنا سکتا ہوں۔

یہ کہانی سن کر سب بچے خوب ہنسے، مگر ننھا سعید ذرا بھی نہ ہنسا۔ اسے دکھ پہنچا کہ اس کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اگر میں ہکلا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بس اللہ میاں نے ایسا ہی بنایا ہے۔ خیالی پلاؤ کی پھبتی اسے ذرا پسند نہیں آئی، مگر وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوا۔ اصل میں ننھے سعید کے اندر ایک بڑا سعید بیٹھا تھا۔ اس نے کہا: ''ننھے سعید! تم پروا نہ کرو۔ ان لوگوں کو کہنے دو جو چاہیں۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔ تم تیار رہو کہ تم وہ سب کام کرو گے، جو تم آج سوچ رہے ہو۔''

اندر کی آواز سن کر ننھے سعید کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ ننھا سعید پڑھتا رہا۔ قرآن حکیم

حفظ کرلیا۔ حج کرنے اپنی والدہ کے ساتھ چلا گیا۔ پھر واپس آ کر فارسی، عربی، کی تعلیم پر توجہ کرنے لگا۔ انگریزی بھی ذرا سی پڑھ لی۔

گھر کے اور محلے کے سب بچے کھیلا کرتے تھے۔ ننھا سعید بھی کھلنڈرا تھا۔ وہ بھی کھیلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا، مگر وہ تعلیم سے غافل کبھی نہ رہا۔ رات کو پڑھتا رہتا تھا اور صبح جلد اٹھ کر کتاب اس کے ہاتھ میں آ جاتی تھی۔ پڑھتا رہا، پڑھتا رہا، یہاں تک کہ کالج میں داخل ہو گیا۔

ننھے سعید نے بچپن میں اپنے اندر والے کی جو آواز سنی تھی، اس کی گونج اس کے کانوں سے کبھی ختم نہیں ہوئی۔ وہ آواز سعید کی زندگی کی ساتھی بن گئی۔

اب سعید بڑا سعید تھا۔ اس کی زبان بولنے میں رکتی تھی، مگر وہ ہمت کا دھنی تھا۔ ہمت کر کے پڑھتا بھی رہا اور بولتا بھی رہا۔ اس نے اپنی زبان کی لکنت کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بڑے سعید نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کام کر کے کاروبار کی بڑی ذمے داریاں اس طرح سنبھالیں کہ اس کا مذاق اڑانے والے حیران رہ گئے۔ سعید کے وہ دوست جنھوں نے خیالی پلاؤ کی بات کی تھی اور غریب دودھ والے کا برتن گرتے دیکھا تھا، وہ اب سعید کو دیکھ رہے تھے، مگر سعید جہاں ارادے کا پکا تھا، وہاں اس کا اخلاق بھی اچھا تھا۔ وہ سب کے ساتھ اچھائیاں کرتا رہا۔ اس کا سلوک مثالی تھا۔

مگر قدرت اس پر ایک بار پھر ہنسی۔ ہندستان تقسیم ہو گیا۔ پاکستان بن گیا۔ نوجوان سعید نے ہندستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان کو اپنا وطن بنا لیا۔ کراچی آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک بار پھر غربت آئی۔ اس کے پاس دو وقت کھانے پینے کے پیسے بھی نہ تھے۔ اس کی بیٹی اور بیوی ساتھ تھیں، مگر غربت تھی۔

سعید بلند حوصلہ انسان تھا۔ وہ ان حالات سے ذرا نہ گھبرایا۔ ایک اسکول جا کر وہاں نونہالوں کو تعلیم دینا شروع کر دی۔ پھر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق دی۔ لوگوں کی خدمت کو ذریعہ بنایا۔ سعید کا مزاج خدمت کرنا تھا۔ وہ لوگوں کام آتا تھا۔ سارے ہی لوگ اس سے خوش رہتے تھے۔ سعید کی محنت، سعید کا جذبہ آخر رنگ لایا۔ کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی۔

ایک بار پھر سعید دولت مند بن گیا۔ اس نے سوچا کہ ہندستان کی دولت میرے کس کام آئی، یہاں کی دولت بھی کس کام آئے گی۔ اس نے خوب سوچ کر دولت، مال اور سب کچھ اللہ کی راہ

میں وقف کر دیا اور زبردست محنت کو وسیلۂ ترقی بنایا۔ رات دن کام کیا اور اب اس کی دولت ملک وملت کی دولت ہے۔

اللہ نے توفیق دی۔ خیالی پلاؤ پکانے والے نونہال سعید نے ایک شہر آباد کر دیا۔ وہاں مدرسے ہیں، کالج ہیں۔ یونی ورسٹی ہے۔ یہ شہر علم وحکمت ہے، مدینۃ الحکمت۔

نونہالو! ارادے کی پختگی، عزم کی بلندی، محنت انسان سے بڑے بڑے کام کرا دیتی ہے۔ نوجوان سعید اب بزرگ سعید ہے، اور نونہالوں کا دوست ہے۔ وہ نونہالوں سے محبت کرتا ہے، نونہال اس کو چاہتے ہیں۔

شہید حکیم محمد سعید

شہید حکیم محمد سعید کی یہ کہانی ان کی زندگی ہی میں ہمدرد نونہال جنوری ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔ حکیم محمد سعید نے اپنے عزم سے نہ صرف طبِ مشرقی اور دواؤں کا معیار بلند کرنے کے لیے زبردست جدوجہد کی اور اپنے بہت بڑے کاروبار کی ساری آمدنی قوم کے لیے وقف کر دی۔ اس آمدنی سے غریبوں کی مدد، طالب علموں کے وظیفے، تعلیم کی ترقی کے لیے بڑے بڑے کام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ حکیم صاحب کی اپنی زندگی بہت سادہ تھی۔ ذاتی خرچ بہت کم تھا۔ کراچی میں جس مکان میں آکر پہلے دن اُترے تھے، اُسی میں عمر بھر رہے۔ کوئی اور مکان نہ کراچی میں نہ کسی اور شہر میں بنایا۔ ہاں خدمت اور تعلیم کے لیے بڑے بڑے ادارے بنائے۔ ان کی خوب صورت اور بڑی بڑی عمارتیں بنائیں۔ اسکول سے لے کر یونی ورسٹی تک قائم کی۔ گاؤں کے بچوں کے لیے ولیج اسکول قائم کیا، جہاں مفت تعلیم ہوتی ہے اور دیہاتی بچے خوب پڑھ رہے ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ بچوں کے ادب کی ترقی کے لیے بہت کام کیے۔ بچوں کے لیے خود بہت سی کتابیں لکھیں۔ ہمدرد نونہال جاری کیا۔ اس کی ترقی سے بہت خوش ہوتے تھے۔ اس کے لیے خود بھی لکھتے تھے۔ ان کی زندگی ہم سب کے لیے بہت اچھا نمونہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے پیارے نونہال بھی اپنی زندگی شہید حکیم محمد سعید کی طرح لوگوں کی خدمت، بھلائی میں صرف کریں گے، آپس کی محبت بڑھانے، دوسروں کی مدد کرنے، ان کی خطاؤں اور زیادتیوں کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں گے۔ لوگوں کو نیکی کرنے اور برائی سے روکنے کی کوشش کریں گے۔ مسعود احمد برکاتی

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے ہمیں بھیج دیں، مگر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

حلال اور حرام

مرسلہ: ہاشم بلوچ، ژوب بلوچستان

ریاست مالوے کا حاکم محمود اپنے لباس اور اپنی غذا میں حرام حلال کا بہت خیال رکھتا تھا۔ سفر میں لکڑی کے تختوں پر بوئی ہوئی سبزیاں اس کے ساتھ رہتی تھیں۔ ایک بار اس نے احمد آباد پر حملہ کیا۔ جنگ نے اتنی طوالت پکڑی کہ محمود کی سبزیاں ختم ہو گئیں۔ اس علاقے میں ایک بزرگ مولانا شمس الدین رہتے تھے۔ محمود ان کے پاس پہنچا اور ان سے دریافت کیا: ''مولانا! کسی نہایت دیانت دار شخص کا پتا بتائیے، اس سے سبزیاں خریدنی ہیں۔''

مولانا شمس الدین نے کہا: ''محمود! افسوس صد افسوس، تُو ایک طرف گھر کے گھر اُجاڑنے میں مصروف ہے اور دوسری طرف سبزیاں خریدنے میں حلال و حرام کی پابندی کر رہا ہے۔''

بتاشوں کا مربا

مرسلہ: رداء زینب نظام شیخ، حیدر آباد

علامہ اقبال کے پرانے خادم علی بخش کا بیان ہے کہ وہ شروع شروع میں علامہ اقبال کے ہاں ملازم ہوا تو شہر والوں کے طور طریقوں سے ناواقف تھا۔ ایک دن اقبال نے اس سے کہا: ''جاؤ! میرے لیے بازار میں سے بتاشوں کا مربا لے کر آؤ۔'' وہ سارے شہر میں پھرا، مگر اُسے مربا نہ ملا۔ دکان دار بتاشوں کے مربے کا نام سنتے ہی ہنس پڑتے۔ علی بخش سے علامہ اقبال صاحب کی یہ چھیڑ خانی آخر تک رہی۔

انمول باتیں

مرسلہ: محمد عمران، پشاور

☆ کسی کی خامی دوسرے کو بتانا غیبت ہے۔

☆ لوگوں کے عیب چھپاؤ گے تو اللہ تمھارے

عیب چھپائے گا۔

☆ معافی مانگنے والا بڑا دلیر ہوتا ہے۔

☆ رزق صالح نہ ہو تو سکون میسر نہیں ہوتا۔

☆ زندگی ہر شخص کو عزیز ہے، لیکن بہادر انسان کو عزت زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

☆ غدار انسان کا وجود سانپ کے زہر سے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔

☆ دنیا میں کوئی سرکش جانور نفس سے زیادہ سخت لگام کے لائق نہیں۔

خوب صورتی

مرسلہ: ماہ رخ خلیل مغل، حیدر آباد

خوب صورتی صرف چہرے کے حسن کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کے اعمال، اس کی سیرت اور اس کے کردار کا نام ہے، لیکن افسوس کہ ہم اندر کی خوب صورتی کے بجائے صرف ظاہر پر مرتے ہیں، حال آنکہ ضروری نہیں جو آنکھ دیکھے، وہ حقیقت ہی ہو۔

ظاہری خوب صورتی کا دورانیہ مختصر ہوتا ہے۔ گزرتی ہوئی عمر کے ساتھ ظاہری خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر انسان شایستہ ، ہنس مکھ اور با اخلاق ہو تو یہ خوب صورتی انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ رکھتی ہے۔ لوگوں کی یادوں میں، ان کی باتوں میں اور تاریخ کی کتابوں میں بھی۔

لومڑی اور کوا

مرسلہ: محمد افضل رندھاوا، سانگھڑ

ایک کوا روٹی کا ٹکڑا لیے ہوئے ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا تھا۔ ایک لومڑی کا گزر اِدھر سے ہوا۔ منھ میں پانی بھر آیا۔ سوچا، کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ یہ اپنی چونچ کھول دے اور یہ روٹی کا ٹکڑا میں جھپٹ لوں۔ پس اُس نے مسکین صورت بنا کر اور منھ اوپر اُٹھا کر کہا: ''کوے میاں! سلام، تیرے حسن کی کیا تعریف کروں؟ کچھ کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے۔ واہ، وا چونچ بھی کالی، پر بھی کالے۔ آج کل تو دنیا کا مستقبل کالوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ افریقا میں بھی بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے، لیکن خیر یہ سیاست کی باتیں ہیں۔ آمدم بر سر مطلب، میں نے تیرے گانے کی تعریف سنی ہے۔ تُو اتنا خوب صورت ہے تو گاتا بھی اچھا

ہو گا۔ مجھے گانا سننے کا شوق یہاں کھینچ لایا ہے۔ ہاں، تو ایک آدھ ٹھمری ہو جائے۔''

کوا پھولا نہ سمایا، لیکن سیانے پن سے کام لیا۔ روٹی کا ٹکڑا منھ سے نکال کر پنجے میں تھاما اور لگا کائیں کائیں کرنے۔ بی لومڑی کا کام نہ بنا تو یہ کہتی ہوئی چل دی: ''ہت تیرے کی، بے سُرا بھانڈ! معلوم ہوتا ہے تُو نے بھی حکایاتِ لقمان پڑھ رکھی ہے۔''

(ابنِ انشا کی کتاب ''اردو کی آخری کتاب'' سے ماخوذ)

بچپن کی نیکی

مرسلہ: فرح اسحاق، حیدر آباد

ایک بزرگ شیخ عثمان خیری کے بچپن کا واقعہ ہے، جب ان کی عمر گیارہ بارہ سال کی ہوگی۔ وہ اپنے ترک غلاموں کی حفاظت میں بیش قیمتی جُبہ پہنے مکتب جا رہے تھے۔ سر پر مصری دستار تھی۔ راستے میں انھیں ایک گدھا نظر آیا۔ گدھا بڑی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کی پیٹھ بُری طرح زخمی تھی۔ کوے اس پر سوار تھے اور اس کا گوشت نوچ نوچ کر اسے لہولہان کیے دے رہے تھے۔ عاجز و لاچار گدھا سر ہلانے سے بھی قاصر تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ انھوں نے غلاموں کو کوے اُڑانے کا حکم دیا، پھر اپنا جُبہ اُتار کر گدھے پر ڈال دیا اور اپنی دستار اس کے سر پر باندھ دی۔

مسکراہٹ

مرسلہ: شہر یار منان، لاہور

- مسکراہٹ کا پھول ہمیشہ کھلتا رہتا ہے۔
- مسکراہٹ کی خوشبو عطر کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔
- مسکراہٹ کی مٹھاس شکر کی مٹھاس سے بہتر ہے۔
- مسکراہٹ مردہ دل میں بھی جان ڈال دیتی ہے۔
- مسکراہٹ تلخی اور رنجش کو ختم کر دیتی ہے۔
- مسکراہٹ ایک ایسا پھول ہے، جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

دانائی بھری تنقید

مرسلہ: جمال عباسی، مری

کسی ملک میں ایک گورنر کی عوام سے زیادتیاں ناقابلِ برداشت ہو گئیں تو بادشاہ نے اسے معزول کرتے ہوئے لکھا:

''ہمیں معلوم ہے کہ تمھاری محفل اہلِ علم

سے خالی، تمھارے خادم بد اخلاق، دوست لالچی، حاجت مند تم سے مایوس، تمھاری دولت خزانے میں اور تم پر تنقید کرنے والے جیل میں قید، اس لیے ہم تمھیں معزول کرتے ہیں۔"

شراب اور گھوڑا

مرسلہ: ایمان گواریہ، حافظ آباد

گجرات کے سلطان مظفر کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ مظفر اسے بے حد عزیز رکھتا تھا۔ ایک روز گھوڑے کے پیٹ میں شدید درد اُٹھا۔ ہر طرح کا علاج کیا گیا مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آخر ایک طبیب نے اُسے شراب پلانے کا مشورہ دیا۔ گھوڑے کو شراب پلا دی گئی۔ وہ تندرست ہو گیا۔ اصطبل کے داروغہ نے مظفر کو اس دوا کی اطلاع دی۔ مظفر شراب سے سخت پرہیز کرتا تھا۔ اسے انتہائی افسوس ہوا۔ اس کے بعد مظفر نے اس گھوڑے پر سواری نہیں کی۔

سنہرے مشورے

مرسلہ: محمد عثمان، لاہور

☆ اگر کسی کو اس کی غلطی سے منع کرو تو اس طرح سے کہ اس کو دکھ نہ پہنچے۔

☆ اگر تم کسی کو کوئی نصیحت کرو تو اس طرح سے کرو کہ اُسے تمھاری نصیحت بوجھ نہ لگے۔

☆ اگر کسی شخص کی کوئی مدد کرتے ہو تو اس کا اجر لینے کے لیے صرف اللہ ہی سے توقع رکھو۔

☆ بات ہمیشہ اس طرح کیا کرو کہ کوئی دوسرا شخص اس سے کوئی اچھا سبق حاصل کرے۔

☆ علم اتنا ہی حاصل کرو کہ جتنا سمجھ سکو۔

☆ اتنا ہی کھاؤ کہ جتنا ہضم کر سکو۔

رونے کا سبب

مرسلہ: ملک صفدر زمان، سیالکوٹ

خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ حمید طوسی نامی ایک شخص سے بہت ناراض ہوا۔ اس نے تلوار منگوائی تاکہ اسے قتل کر دے۔ حمید طوسی رونے لگا۔ ہارون الرشید نے پوچھا: "روتا کیوں ہے؟"

حمید نے جواب دیا: "امیر المومنین میں موت سے ڈرتا نہیں ہوں۔ موت تو ایک اٹل چیز ہے۔ ہر آدمی کو ایک نہ ایک مرنا ہی ہے۔ مجھے رونا اس لیے آ رہا ہے کہ میں دنیا سے اس حالت میں جا رہا ہوں کہ امیر المومنین مجھ سے خفا ہیں۔"

ہارون الرشید نے اسے معاف کر دیا۔ ☆

حرکت میں برکت ہے

شہید حکیم محمد سعید

''حرکت میں برکت ہے'' مجھے معلوم نہیں کہ یہ مقولہ کس کا ہے، مگر میں نے یہ بات اپنے بچپن میں اپنی والدہ سے سنی ہے۔ وہ اپنی عمر کے بہتر سال تک یہ مقولہ دہراتی رہیں اور میں اب تک اس مقولے پر عمل کر رہا ہوں اور اس کی معنویت کی داد دیتا رہا ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک انسان کے لیے، جو اپنے مقصدِ پیدائش کو پورا کرنے کا عزم رکھتا ہو اور جو دنیا میں ایک مفید انسان بننا چاہتا ہو اور جو صحت مند اور کار آمد زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو، اس سے بہتر کوئی مقولہ ہو سکتا ہے۔ اتنا پڑھنے کے بعد اور اتنا سمجھنے کے بعد آپ انتہائی سکون کے ساتھ غور کیجیے کہ کیا حرکت کے بغیر آپ کوئی بھی کام کر سکتے ہیں؟

انسانی جسم ایک ایسی حیاتیاتی مشین ہے کہ جس میں تبدیلی اور تعمیر کا سلسلہ زندگی کی ابتدا سے زندگی ختم ہونے تک جاری رہتا ہے۔ مختصراً یہ کہ جسم خلیات (سیلز) کا ایک مرکب ہے۔ یہ خلیات مرتے، گھلتے رہتے ہیں، پھر ان کی جگہ نئے خلیات لیتے رہتے ہیں اور حیات وصحت کا سلسلہ اسی طرح باقی و جاری رہتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل (پروسس) ہے، جسے جاری رہنا چاہیے اور خوبی کے ساتھ یہ فطری عمل اُسی صورت میں جاری رہ سکتا ہے کہ جسم میں حرکت ہو، کیوں کہ حرکت ہی وہ شے ہے، جو پرانے خلیوں کو ختم کرتی ہے اور نئے خلیے ان کی جگہ لیتے ہیں اور جسم پھر تازہ ہو جاتا ہے۔ اگر حرکت نہ ہو اور انسان سُستی کا پلندہ ہو کر پڑا رہے تو فطری عمل سُست ہو جائے گا اور صحت و تازگی نہیں آئے گی، بڑھاپا آئے گا۔

ایک موٹر کار کو مثال بنانا چاہیے۔ اس میں انسان جیسے کل پرزے موجود ہیں۔ اس موٹر کی غذا پٹرول ہے یا ڈیزل ہے۔ موٹر کو یہ غذا ملتی ہے تو وہ چلتی ہے۔ یہ غذا نہ دیجیے، موٹر چلنی بند ہو جائے گی۔ موٹر کو کھڑا رکھیے، حرکت نہ دیجیے۔ اس کے کُل پرزوں کو زنگ لگ جائے گا۔ تار وغیرہ گل کر رہ جائیں گے۔ ایسی موٹر سُستی کا پلندا ہوگی۔ اب سُستی کے اس پلندے کے پیٹ یعنی ٹینک میں پٹرول یا ڈیزل

ڈالے جائیں گے تو اس کا انجام آپ خوب جانتے ہیں کہ کیا ہوسکتا ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ ایک انسان سُستی کا پلندا بنا بیٹھا ہے اور کھائے چلا جا رہا ہے تو اس کا انجام ایک دن آخر کیا ہوگا؟

بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے؟

زندگی تو بس یہ ہے کہ انسان متحرک ہو۔ ہر شعبۂ زندگی میں ایک روحِ رواں ہو اور ہر فعل و عمل میں شعلۂ جواں ہو اور مۂ تاباں ہو۔ اچھا انسان وہی ہے کہ جو حرکت میں رہے اور حیات کی ساری برکت حاصل کرلے۔ برکت، حرکت کرنے والے کی ملکیت ہے۔

اپنی ہر صبح کا آغاز حرکت سے کیجیے۔ ورزش کیجیے۔ ٹہلنا، دوڑ لگانا، تیرنا، گھڑ سواری، کھیلنا وغیرہ سب ورزش ہے۔ حیات وصحت کے لیے ورزش ضروری ہے۔ آج کی مصروف زندگی نے انسان کو اس قدر مشکل میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ اپنی حیات وصحت سے بھی غافل ہوگیا ہے۔ غفلت کی یہ بڑی عجیب قسم ہے، مگر یہ غفلت بڑی خطرناک ہے۔ ہمیں جاگنا چاہیے۔ حرکت میں آنا چاہیے۔ بے شک حیات وصحت پر آپ کا حق ہے، مگر ایک پہلو اور بھی ہے، جس پر آپ کو غور کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی

صحت آپ کے ملک کے لیے بھی ضروری ہے۔ قوم وملت کا ہر فرد اگر تن درست و توانا اور متحرک ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ پاکستان توانا و تن درست ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ صحت مند رہنا ایک حق بھی ہے اور آپ کا فرض بھی ہے۔ اس طرح نصب العین صحتِ ملّی ٹھیرا۔ میری رائے میں اس سے زیادہ اچھا نصب العین دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا۔

''حرکت میں برکت ہے۔'' مقولے کے معنی اب بالکل واضح ہو گئے، لہٰذا اپنی ہر صبح کا آغاز آپ حرکت سے کیجیے۔ اگر آپ کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے تو پھر آپ اپنے گھر ہی میں ورزش کیجیے۔ میں تو اپنی صحت کے لیے ٹینس بھی کھیلتا ہوں، دوڑتا بھی ہوں اور حسبِ موقع ورزش بھی کرتا ہوں۔ مصروف تو میں بھی بہت ہوں، مگر اپنی صحت کے لیے ورزش ضرور کرتا ہوں اور اس کی برکت سے فیض اُٹھاتا ہوں۔ ☆

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید

ماہنامہ **ہمدرد صحت**

صحت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ

✠ صحت کے آسان اور سادہ اصول ✠ نفسیاتی اور ذہنی الجھنیں

✠ خواتین کے صحی مسائل ✠ بڑھاپے کے امراض ✠ بچوں کی تکالیف

✠ جڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج ✠ غذا اور غذائیت کے بارے میں تازہ معلومات

ہمدرد صحت آپ کی صحت و مسرت کے لیے ہر مہینے قدیم اور جدید

تحقیقات کی روشنی میں مفید اور دل چسپ مضامین پیش کرتا ہے

رنگین ٹائٹل --- خوب صورت گٹ اپ --- قیمت: صرف ۳۵ روپے

اچھے بک اسٹالز پر دستیاب ہے

ہمدرد صحت، ہمدرد سینٹر، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

نونہال مصور

اینہ زاہد، کوئٹہ

بریرہ خالد، لاہور

دانیال علی، فاطمہ، لانڈھی

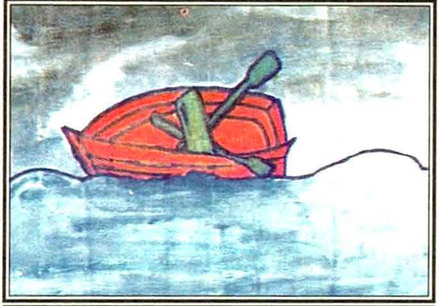

محمد سعد افراہیم، کورنگی

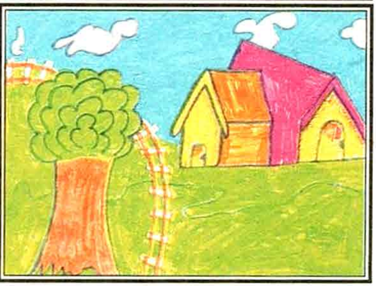

عائشہ انصاری، حیدر آباد

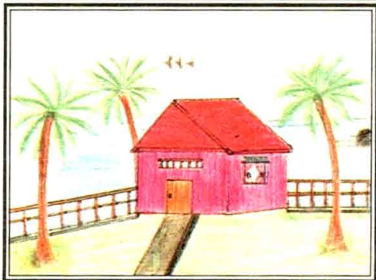

رافعہ خالد، کراچی

روح افزا
مشروبِ مشرق
I love my
Doodh Rooh Afza
Blitz DDB
National Brands of the year Award 2006-07
Export Brands of the year Award 2006-07
SGS
Hamdard
SGS
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
ISO 9001: 2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4, Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk

ایک مسکراتی تحریر

سات ماموں

سیما صدیقی

شیخ سعدی کا کہنا ہے: ''بخیل آدمی کی دولت اس وقت زمین سے باہر آتی ہے جب وہ خود زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔''

عامر کے ماموں بھی بہت کنجوس تھے، مگر یہاں تو زمین کے نیچے جانے کے بعد بھی دولت کے باہر آنے کی اُمید نہ تھی، کیوں کہ ایک کے بعد ایک یہ ساتوں ماموں ایک دوسرے کی دولت پر قبضہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ ان کے پاس اللہ کا دیا اور بندوں سے چھینا ہوا بہت کچھ تھا، مگر وہ اپنے یتیم بھانجے کی دیکھ بھال کرنا تو دور کی بات اپنے بچوں پر ہی بہت کم خرچ کرتے تھے۔ یوں کہہ لیں کہ ایک ایک پیسہ دانت سے پکڑ کر اُٹھاتے تھے۔

عامر کی امی سلائی وغیرہ کا کام کر کے اپنا اور عامر کا خرچ اُٹھا رہی تھیں، مگر ان کی آمدنی اتنی نہیں تھی کہ وہ عامر کو اسکول بھیج سکتیں۔ عامر کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اس کے ساتوں ماموں ہر جمعہ کو باقاعدگی سے بیوہ بہن کی خیریت پوچھنے آتے، زبانی ہمدردی جتاتے اور اس زبانی جمع خرچ کے بعد عام طور سے کھانا کھا کر واپس چلے جاتے۔ عامر کو ان کے رویے پر بڑا غصہ آتا، مگر اس کی امی بہت سیدھی سادی اور نیک دل خاتون تھیں۔ وہ کبھی شکایت کا کوئی لفظ زبان پر نہ لاتیں اور عامر کو ہمیشہ اپنے ماموؤں کا ادب واحترام کرنے کی نصیحت کرتیں۔

اس روز جمعہ تھا۔ عامر نے اپنی امی سے کچھ پیسے لیے اور ایک کھلونے والا مچھلی پکڑنے کا جال اور چھوٹی چھوٹی رنگ برنگی مچھلیاں لیں۔ گھر پہنچ کر اس نے صحن میں گڑھا کھودا، اس میں پانی بھرا اور مچھلیاں ڈال کر گڑھے کو ڈھک دیا۔ اس کا صحن چوں کہ کچا تھا، اس لیے اسے گڑھا کھودنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ پھر عامر نے جال اُٹھایا اور گھر سے باہر جاتے ہوئے امی سے بولا:

''امی! ماموں آئیں اور میرا پوچھیں تو کہہ دیجیے گا کہ سامنے والے جوہڑ پر مچھلیاں پکڑنے گیا ہے۔''

عامر کے ماموں نہ صرف کنجوس، بلکہ بہت بے وقوف بھی تھے۔ عقل نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔ جب عامر کی امی نے انھیں یہ بات بتائی تو وہ بہت حیران ہوئے اور فوراً جوہڑ پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ عامر کھلونے والا جال جوہڑ میں ڈالے بیٹھا ہے اور ساتھ ہی کچھ گا تا بھی جا رہا ہے۔

بڑے ماموں ہنس کو بولے: ''ارے بھئی عامر میاں! جوہڑ میں بھلا مچھلیاں کہاں سے آئیں؟''

''اور اگر ہیں بھی تو اس ننھے سے جال سے کیسے پکڑو گے؟'' چھوٹے ماموں نے لقمہ دیا۔

عامر نے ماموں کی طرف دیکھا اور پھر بے پروائی سے جال کی ڈوری ہلا کر بولا:

''ماموں! آپ کو پتا نہیں، یہ جادو کا جال ہے۔ میں یہاں جال ڈالے بیٹھا ہوں اور مچھلیاں میرے گھر پہنچ رہی ہیں۔''

ساتوں ماموؤں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا، جیسے عامر نے انھیں کوئی لطیفہ سنایا ہو۔ پھر بڑے ماموں مزہ لیتے ہوئے بولے: ''بھئی، ذرا ہم بھی تو دیکھیں کہ کتنی مچھلیاں پہنچیں تمھارے

گھر؟ ہمیں تو اس گندے جوہڑ میں مچھلیوں کے بجائے مچھروں کی فوج نظر آ رہی ہے۔''

عامر نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا، بلکہ ماموؤں کو ساتھ لے کر گھر پہنچا۔ اس نے صحن کے گڑھے کا ڈھکن ہٹایا تو ماموؤں کے دل دھک سے رہ گئے۔ پانی میں چھوٹی چھوٹی رنگ برنگی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔

ایک ماموں ہکلا کر بولے: ''ب...... بیٹا! یہ انوکھا جال تمھیں کہاں سے مل گیا؟ یہ تو بڑے کام کی چیز ہے۔ تم نے اس جوہڑ میں جال ڈالا تو یہ ننھی منی مچھلیاں یہاں گھر میں آ گئیں! اگر ہم اسے دریا یا سمندر میں ڈال کر بیٹھیں تو ہمارے گھر میں تو بڑی بڑی مچھلیاں پہنچ سکتی ہیں۔''

عامر نے کہا: ''ہاں، کیوں نہیں ماموں! ویسے یہ جال میرے ایک دوست کے والد نے تحفے میں دیا ہے۔ بہت قیمتی چیز ہے۔''

ماموؤں نے للچائی ہوئی نظروں سے جال کو دیکھتے ہوئے کہا: ''تم ہم سے اس کی جو

The Pirate
BIRTHDAY
Party!
The JUNGLE
BIRTHDAY
Party!
Super Friends
Birthday Party
KFC
Birthday!
PARTY
More Themes
More Excitement
Get to choose from 3 different and exciting themes*
for your child's funfilled Birthday
*Contact the Restaurant Manager for details
Rs.500 will be charged for a Thematic Birthday Party
KFC
www.kfcpakistan.com
111-532-532

چاہے قیمت لے لو اور جال ہمیں دے دو۔ دیکھو نا! تم ابھی چھوٹے ہو۔ مچھلیوں کے شکار کے لیے سمندر میں نہیں جا سکتے۔ ہم اس جال سے زیادہ بہتر کام لے سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے ماموں! اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، اس جادوئی جال کی قیمت ایک ہزار روپے ہے۔'' عامر نے کندھے اُچکا کر کہا۔

سارے ماموؤں کے منھ بن گئے، جیسے کونین کی گولی منھ میں گھل گئی ہو، مگر نہ چاہتے ہوئے بھی انھوں نے مل کر ایک ہزار روپے عامر کو دیے اور جال لے کر گھر چل دیے۔

سب ماموؤں نے ممانیوں سے کہا: ''دیکھو، ہم مچھلی کے شکار پر جا رہے ہیں۔ مچھلیاں خود بخود گھر آ جائیں گی اور تم پکاتی جانا۔''

ممانیاں حیرت سے آنکھیں پٹ پٹا کر رہ گئیں۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ کہیں ان کے شوہروں کے دماغ تو خراب نہیں ہو گئے، مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئیں کہ دیکھیں، کیا تماشا ہوتا ہے۔

اِدھر سب ماموں صبح سے شام تک سمندر میں جال ڈالے بیٹھے رہے۔ شام کو گھر آئے تو بڑی بے چینی سے ہنستے مسکراتے ہوئے اپنی بیویوں سے پوچھا: ''ہاں بھئی! کتنی مچھلیاں پہنچیں؟ جلدی سے کھانا لاؤ۔ مچھلی کی خوش بو سے ہماری تو بھوک چمک اُٹھی ہے۔''

غصے کے مارے سب ممانیوں کا پہلے ہی بُرا حال تھا، ماموؤں کی بات سن کر گویا پھٹ پڑیں: ''آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا! سارا دن مچھلیوں کا انتظار کرتے گزر گیا، نہ مچھلیاں آئیں، نہ کھانا پکا۔ مچھلی کے چکر میں کھچڑی سے بھی گئے۔ آپ لوگ تو کہتے تھے کہ آج مچھلیوں کی بارش ہوگی۔''

اب تو ماموں بھی غصے سے آگ بگولا ہو گئے۔ انھوں نے جال توڑ مروڑ کر پھینک دیا۔ پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو پاؤں پٹختے ہوئے عامر کے گھر کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے عامر نے ہی دروازہ کھولا۔ سب ماموں اس پر برس پڑے: ''عامر! یہ کیا مذاق کیا ہے؟ لوٹنے اور ٹھگنے کے لیے تمھیں ماموں ہی ملے تھے؟ مچھلی تو مچھلی ایک جھینگا تک ہمارے گھر میں نہیں آیا۔''

عامر نے کہا: ''ماموں! آپ غصہ نہ کیجیے۔ آپ یقین کریں، میرا جال واقعی جادو کا

تھا۔ حیرت ہے کہ آپ کے گھر مچھلیاں نہیں آئیں۔ اس نے کچھ دیر سوچا اور پھر بولا: ''ارے ہاں! یہ تو بتائیے کہ آپ نے صحن میں گڑھا کھود کر پانی بھرا تھا؟''

ماموں یہ سن کر بڑے سٹپٹائے اور بولے: ''نہیں تو۔''

عامر نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: ''جبھی تو۔ مچھلیاں آئی ہوں گی اور تڑپ تڑپ کر واپس چلی گئی ہوں گی، ایسی جگہ جہاں پانی نہ ہو، مچھلیاں کیسے آسکتی ہیں؟''

''بات تو ٹھیک ہے۔'' سب ماموؤں نے ایک ساتھ افسوس سے سر ہلائے۔ ان کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اب صرف پچھتاوا رہ گیا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد عامر کو پھر ایک شرارت سوجھی۔ اس نے خرگوش کا ایک جوڑا خریدا۔ دونوں خرگوش بالکل ایک جیسے تھے۔ ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ پھر اس نے ایک خرگوش کو صحن میں باندھ دیا اور اپنی امی کے گلے میں جھول کر لاڈ سے بولا: ''امی! کیوں نہ آج ہم ماموؤں اور ممانیوں کی دعوت کریں؟ آپ کھانا تیار کیجیے۔ میں ان کو لے کر آتا ہوں، مگر ماموؤں کو یہ مت بتائیے گا کہ میں نے دعوت کی فرمایش کی تھی۔ ٹھیک ہے نا!'' یہ کہہ کر اس نے دوسرے خرگوش کو گود میں لیا اور ماموؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر کچھ دیر ممانیوں کے پاس بیٹھا اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا، پھر اچانک بولا: ''ارے ممانی! آپ لوگ تو کبھی ہمارے گھر آتی ہی نہیں۔ چلیں، آج سب کھانا ہمارے گھر چل کر کھائیں۔''

ممانیاں کنجوس ماموؤں کے بھانجے کی اس فراخ دلی پر بڑی حیران ہوئیں، پھر بولیں: ''مگر ہم سب کو تیار ہونے میں بہت وقت لگے گا اور اِدھر تمھاری امی اپنا اور تمھارا کھانا تیار کر چکی ہوں گی۔''

عامر نے کہا: ''کوئی بات نہیں۔ میں ابھی خرگوش کے ذریعے سے امی کو پیغام بھجوا دیتا ہوں کہ وہ دعوت کا انتظام کر لیں۔'' یہ کہہ کر عامر نے خرگوش کے لمبے کان پکڑ کر کھڑے کیے۔ ان میں کچھ دیر کھسر پھسر کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ خرگوش اُچھلتا کودتا گھر سے باہر نکل گیا۔ ماموں بہت حیران ہوئے کہ بھلا خرگوش کیسے پیغام پہنچا سکتا ہے۔ انھیں اس بات کا بالکل یقین نہیں آیا۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد یہ سب لوگ عامر کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ عامر کی امی دسترخوان بچھا چکی تھیں۔ دعوت کا مکمل انتظام تھا۔ صحن کے کونے میں دوسرا اسی جیسا خرگوش بندھا ہوا تھا۔ ماموں اور ممانیاں حیران رہ گئیں۔ ان کے منھ سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ آخر ماموؤں نے عامر کی خوشامد کر کے وہ خرگوش بھی عامر سے خرید لیا اور دعوت کھا کر گھر کی راہ لی۔

ایک دن ماموں اپنے دوست کلیم صاحب کے ہاں بیٹھے تھے۔ خرگوش ان کے ساتھ تھا۔ شیخی میں آ کر بولے: ''چلیں کلیم صاحب! آج رات کا کھانا ہمارے گھر کھائیں۔''

کلیم صاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ ان لوگوں کے ہاں کھانے کے نام پر کیا پکتا ہے، چناں چہ کہنے لگے: ''بھئی، تمھاری بیگمات کو پہلے سے اطلاع ہونی چاہیے کہ آج کا کھانا ہم تمھارے گھر کھائیں گے۔ ورنہ......''

''ہاں ہاں کیوں نہیں! ابھی خرگوش کو پیغام دے کر بھیجتے ہیں۔'' یہ کہہ کر انھوں نے خرگوش کے کان میں کچھ آہستہ آہستہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا۔ کلیم صاحب نے پلکیں جھپکا کر ماموؤں کی طرف دیکھا، جیسے انھیں ان لوگوں کے دماغوں پر شبہ ہو۔

سب ماموں رات کو مہمان کو لے کر گھر پہنچے تو بڑے رعب سے بولے: ''ہاں بھئی بیگم! لگا دو کھانا۔''

بیگمات کو بہت غصہ آیا کہ بغیر اطلاع کے مہمان کو گھر لے آئے اور کھانا لگانے کا حکم دے رہے ہیں۔ خیر گھر میں جو مونگ کی دال کی پتلی کھچڑی پکی تھی، بھگار کر انھوں نے آگے رکھ دی۔ یہ کھچڑی کھانے سے زیادہ پینے کے مطلب کی تھی۔

کلیم صاحب نے غصے سے ماموؤں کو گھورا اور بولے: ''میاں! ہم بہت پہلے سے ٹھوس غذا کھانا شروع کر چکے ہیں۔ اس دعوت سے بہتر تھا کہ ہم اپنے گھر کی روکھی سوکھی کھا لیتے اور اللہ کا شکر کرتے۔''

ماموؤں کا شرمندگی سے بُرا حال تھا۔ وہ سب جھنجلا کر بیویوں پر غصہ اُتارتے ہوئے

زور سے ایک ساتھ دہاڑے: ''کیا خرگوش نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا؟''

بیویوں نے سٹپٹا کر کلیم صاحب کی طرف دیکھا اور بولیں: ''نہیں تو!''

کلیم صاحب نے بیگمات کی طرف گھوم کر پیشانی کے قریب انگلی گھما کر عجیب سا اشارہ کیا، جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ماموں آگ بگولا ہو گئے۔ کلیم صاحب نے کھسک لینے میں ہی خیریت سمجھی اور ماموؤں کا لشکر عامر کے گھر پر چڑھائی کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

عامر چپ چاپ ان کی پھٹکار سنتا رہا۔ جب سب ماموؤں نے دل کی بھڑاس نکال لی تو عامر نہایت ادب سے کچھ سوچتے ہوئے بولا: ''حیرت ہے، خرگوش آپ کے گھر نہیں پہنچا۔ ارے ہاں، آپ نے اسے گھر کا پتا تو اچھی طرح سمجھا دیا تھا نا؟''

ماموں چیخ پڑے: ''نہیں تو، ہم نے تو بس پیغام دے کر اسے بھیج دیا تھا۔''

''اوہو ماموں جان! یہ آپ نے کیا کیا؟ وہ بے چارہ خرگوش گھر ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا ہو گا یا کہیں بھٹک گیا ہو گا۔ افسوس! آپ لوگوں نے اتنا اچھا خرگوش گنوا دیا۔''

اور پھر سب ہونقوں کی طرح سر ہلا کر رہ گئے اور منھ لٹکا کر واپس آ گئے۔

ممانیوں نے جب مچھلی اور خرگوش والے معاملے کی پوری کہانی سنی تو بولیں: ''ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ تیز بھانجا ماموؤں کے کان کتر رہا ہے، مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر وہ آپ لوگوں سے کس بات کا بدلہ لے رہا ہے؟''

ممانیاں، ماموؤں کے مقابلے میں زیادہ سمجھ دار تھیں، فوراً بات کی تہ تک پہنچ گئیں اور بولیں: ''آج سے عامر بھی ہماری اولاد ہے۔ ہم اسے اپنے خرچ پر تعلیم دلوائیں گے۔ جہاں ہمارے ڈیڑھ درجن بچے پڑھ رہے ہیں، وہاں ایک اور بے چارہ بھی پڑھ لے گا تو آپ لوگوں کے خزانے میں کون سی کمی آ جائے گی؟''

ماموؤں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اداسی سے سر ہلا کر ممانیوں کی تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ خوش خبری سنانے عامر کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ☆

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ضیاء الحسن ضیا

پیارے انسان تھے حکیم سعیدؒ
دیس کی شان تھے حکیم سعیدؒ
وہ تھے علم و عمل کا اک پیکر
کام میں مُنہمک رہے یکسر
باغ حکمت کے وہ سجاتے رہے
موتی اخلاص کے لُٹاتے رہے
کتنے ہمدرد تھے غریبوں کے
اُن سے سب لوگ فیض پاتے تھے
دل کتابِ خدا سے روشن تھا
مرتبہ مل گیا شہادت کا
پیار اُن کو تھا نونہالوں سے
ہے عیاں اُن کی سب کتابوں سے
خوب ''جاگو جگاؤ'' لکھتے تھے
درس پاتے رہیں گے سب اِس سے
بچو! ہمدرد نونہال پڑھو
علم و حکمت کے خوب زینے چڑھو

صفائی کا حسن

مسعود احمد برکاتی

خوب صورت چیز کس کو پیاری نہیں ہوتی۔ حسن کی طرف ہر ایک کا دل کھنچتا ہے۔ حسن چاہے انسان میں ہو، چاہے جانور میں ہو، چاہے عمارت میں ہو یا شہر اور گاؤں میں، وہ حسن ہے اور سب کو پسند آتا ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ اچھا لگے۔ اس کا گھر سجا ہوا ہو۔ اس کا محلّہ صاف ستھرا، پاک صاف اور بارونق ہو، لیکن نہیں، میں نے آخری بات غلط لکھ دی۔ کبھی پہلے تو غلط نہیں تھی، مگر اب کچھ عرصے سے غلط ہوگئی ہے، یعنی اب ہم اپنے گھر کو تو بنا سنوار کر رکھتے ہیں، لیکن محلے کا خیال نہیں رکھتے۔ اس کی صفائی ستھرائی کی بالکل پروا نہیں کرتے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ خود گندگی پھیلاتے ہیں، اسی لیے تو ہمارے محلّوں اور ہماری بستیوں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ کاغذ، اخبارات، پھٹے پرانے کپڑے، پلاسٹک کے تھیلے (شاپنگ بیگ)، ٹوٹے پھوٹے ڈبے، شیشیاں اور لکڑی کے ٹکڑے ہر جگہ بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ پیروں میں آتے ہیں، بدبو پھیلاتے ہیں۔ بے شک سڑکوں اور گلیوں کی صفائی میونسپل کے عملے کا کام ہے، لیکن ہمارا بھی کچھ فرض ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم گندگی نہ پھیلائیں۔ گھر کا کوڑا نکال کر باہر نہ پھینکیں، بلکہ کوڑا کنڈی میں ڈالیں یا میونسپلٹی کے ملازموں کو دیں۔ اگر وہ کہنا نہ مانیں تو اپنے کونسلر سے کہیں۔ اگر کونسلر نہ ہو تو اپنے محلے میں سے کسی نیک اور سمجھ دار آدمی کو اپنا نمائندہ یا لیڈر بنا لیں اور ان کے ذریعے سے صفائی کے عملے کو کام کرنے پر مجبور کریں۔ اپنے نمائندے کا ساتھ دیں۔ ساتھ دینے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ خود بھی ان کا کہنا مانیں، گندگی نہ پھیلائیں اور بھاگ دوڑ میں یا ضرورت ہو تو پیسوں سے بھی اپنے نمائندے کی مدد کریں اور عملے کو کام کرنے پر مجبور کریں، لیکن عملے کو رشوت ہرگز نہ دیں۔ اس طرح اپنے محلے کو اتنا صاف بنائیں کہ اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ کہہ اُٹھیں کہ یہ مہذب، سمجھ دار اور صفائی پسند لوگوں کا محلّہ ہے۔ نونہالو! بتاؤ میری باتیں غلط تو نہیں ہیں؟

(فروری ۲۰۰۰ء کی پہلی بات)

بلاعنوان انعامی کہانی

حسن ذکی کاظمی

''دادا جان! کیا آپ سو گئے؟'' سمن نے دادا سے پوچھا، جو آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹے تھے۔

دادا نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا: ''سویا تو نہیں، بس سونے والا ہوں۔''

سمن نے دادا کا بازو پکڑ کر ہلایا اور بولی: ''دادا جان! آج میں ہرگز آپ کو سونے نہیں دوں گی۔ یہ کیا بات ہوئی؟ ابھی نو بھی نہیں بجے کہ سونے لگے بچوں کی طرح۔ آج آپ کو کہانی سنانی پڑے گی۔ کیوں یاسر! تم بھی سنو گے نا کہانی؟''

یاسر زور سے بولا: ''ارے واہ! میں کیوں نہیں سنوں گا؟ میں تو کل سے دادا جان سے کہہ رہا ہوں، کہانی سنائیں، کہانی سنائیں۔ یہ سناتے ہی نہیں۔ سب بچوں کے دادا انھیں کہانیاں سناتے ہیں۔ ہمارے دادا جان بس ہمیں خراٹے سناتے ہیں۔''

سمن نے یاسر کے منھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''ہائیں ہائیں، تم پھر دادا جان سے بے تکلف ہونے لگے۔ بھول گئے کہ دادا جان کان بھی کھینچ دیتے ہیں۔''

یاسر نے جواب دیا: ''کان ضرور کھینچیں، لیکن کہانی سنائے بغیر آج دادا جان نہیں سو سکتے۔ اگر انھوں نے کہانی نہ سنائی تو میں برف کا ٹھنڈا پانی ان کے منھ پر چھڑکوں گا تاکہ ان کو نیند نہ آئے۔''

دادا نے آنکھیں کھولیں اور بولے: ''میں تھوڑا سو گیا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شیطان میرے کمرے میں آ گیا ہے۔ ذرا میری چھڑی لاؤ، میں اسے بھگاؤں۔''

یاسر زور سے ہنسا اور بولا: ''دیکھا سمن! دادا جان برف کے پانی کی بات سنتے ہی کیسے جاگ گئے۔''

اور پھر دونوں بچے دادا سے لپٹ گئے۔ سمن نے کہا: ''دادا جان! آج پرانی کہانی نہیں چلے گی۔ بالکل نئی سنائیے۔''

یاسر نے کہا: ''وہ نہیں کہ ایک بادشاہ اور اس کے چار بیٹے تھے یا وہ کہ ایک محل میں ایک پری

رہتی تھی۔ آج سچی کہانی سنائیے۔"

دادا اُٹھ بیٹھے اور مسہری کے سرہانے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر وہ سوچتے رہے، پھر بولے: "اچھا تو آج پھر ایک بالکل نئی اور سچی کہانی سنو، لیکن بھئی، اس کہانی کا تعلق ہمارے ملک سے نہیں ہے، بلکہ برطانیہ سے ہے۔"

دونوں نے ایک ساتھ کہا: "ٹھیک ہے دادا جان! سنائیے۔"

دادا نے کہانی شروع کی: "بچو! یہ تو تمھیں معلوم ہی ہے کہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں سات آٹھ سال لندن میں رہا ہوں۔ میں، تمھاری دادی، تمھاری پھپو، تمھارے چاچا اور ابو ہم سب ایک فلیٹ میں رہتے تھے۔ اسی بلڈنگ میں ہمارے فلیٹ کے سامنے ایک کمرا تھا، جس میں ایک بوڑھا انگریز اکیلا رہتا تھا۔ اس کا نام تھا مسٹر یورک۔ اسے پینشن تو ملتی تھی، لیکن یہ پینشن بس اس کے گزارے کے لیے تھی۔ اسے اپنی بہت سی خواہشوں کو دبانا پڑتا اور بہت سی ضرورتوں کو ٹالنا پڑتا تھا۔ اس نے سوچا کہ کچھ فاضل آمدنی ہونا چاہیے۔ نہ جانے مسٹر یورک کو کس نے مشورہ دیا کہ ایک دن وہ ایک میٹل ڈٹیکٹر (METAL DETECTOR) خرید لائے۔ بھئی سمن اور یاسر! تم یوں سمجھو کہ ایک لمبی چھڑی کے نچلے سرے پر ایک آلہ لگا ہوتا ہے۔ چھڑی پکڑ کر اس آلے کو زمین پر گھماتے ہیں۔ اگر کسی جگہ زمین کے نیچے کوئی دھات ہو تو آلے میں برقی لہریں پیدا ہوں گی۔ چھڑی میں لگا ہوا بلب روشن ہو جائے گا اور "بلیپ بلیپ" آواز سنائی دے گی۔ بس وہ جگہ کھود کر وہاں دبی ہوئی دھات نکال لی جاتی ہے۔ اب یہ نکالنے والے کی قسمت ہے کہ زمین سے لوہے اور تانبے کے ٹکڑے نکلتے ہیں یا پرانے زمانے کا قیمتی زیور یا پھر ایسے سکے جن کی قیمت آج لاکھوں میں ہو۔ ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ مسٹر یورک نے خالی وقت میں یہی کام شروع کیا کہ اپنا میٹل ڈٹیکٹر تھاما اور آبادی سے باہر میدان میں نکل گئے اور لگے قیمتی دھات تلاش کرنے۔ بچو! یوں تو ہر جگہ ہی زمین میں بہت سی قیمتی چیزیں دفن ہوں گی، لیکن برطانیہ اُن ملکوں میں شامل ہے جہاں ایسے دفینے بہت پائے جاتے ہیں۔ اب یہ مسٹر یورک کی تقدیر تھی کہ باوجود کوشش اور

محنت کے انھیں کبھی کوئی قیمتی چیز ہاتھ نہ لگی۔ اُلٹا یہ ہوا کہ ایک دن خزانہ تلاش کرتے کرتے وہ ایک گڑھے میں ایسا گرے کہ گھٹنے کی ہڈی تڑوا بیٹھے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔''

سمن بیچ میں بول پڑی: ''دادا جان! اسی لیے تو ابو آپ کو روکتے ہیں کہ باہر زیادہ نہ گھوما کیجیے۔ کہیں گر پڑے تو؟''

یاسر نے بات کاٹی: ''سمن! میرا دل چاہتا ہے کہ دادا جان کو ایسا ڈٹیکٹر مل جائے اور پھر یہ ہمارے لیے ایک خزانہ تلاش کر لائیں، جسے میں اور تم آدھا آدھا بانٹ لیں۔''

سمن بولی: ''واہ بھئی واہ، خزانہ دادا جان تلاش کریں اور اسے بانٹ لیں تم اور میں۔ دادا جان کو کچھ نہ ملے؟''

یاسر جھٹ سے بولا: ''بات یہ ہے سمن! دادا جان اب بوڑھے ہو گئے۔ یہ اب کیا کریں گے دولت کا؟ نہ کچھ کھاتے پیتے ہیں، نہ نئے کپڑے بناتے ہیں۔''

دادا کو ہنسی آ گئی۔ پھر وہ بولے: ''اچھا بیچ میں بولو نہیں۔ غور سے سنو، ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ مسٹر یورک گھٹنے کی ہڈی تڑوا بیٹھے۔ کچھ دن میں وہ ہڈی جڑ تو گئی، لیکن وہ اس قابل نہ رہے کہ ٹھیک سے چل سکیں یا محنت کا کوئی کام کر سکیں۔ بس اپنے کمرے میں بستر پر لیٹے رہتے اور اپنی بوڑھی آنکھوں سے چھت کو تکا کرتے تھے۔ اُن سے ملنے بھی کبھی کبھار ہی کوئی آتا تھا، البتہ ان کا ایک شاگرد تھا مائیکل اسٹیورٹ، جس نے اسکول میں ان سے کئی سال پڑھا تھا۔ مائیکل دو مہینے میں ان سے ملنے آتا تھا اور کرسمس کے دن تو وہ ضرور ہی آتا تھا، چاہے کتنی ہی برف باری کیوں نہ ہو اور کتنی ہی سردی کیوں نہ پڑ رہی ہو۔ وہ مسٹر یورک کے لیے کیک بھی ضرور لاتا تھا۔ مائیکل جس کی عمر تیس پینتیس سال ہو چکی تھی، اپنی تعلیم ختم کر کے انجینئر بن چکا تھا اور ایک بڑی کمپنی میں اچھے عہدے پر کام کر رہا تھا اور خوب کما رہا تھا۔ ایک دن مائیکل جسے مسٹر یورک مائک کہتے تھے، ان سے ملنے آیا تو باتیں کرتے کرتے اس کی نظر کونے میں رکھے ہوئے میٹل ڈٹیکٹر پر پڑی۔ وہ کہنے

لگا: ''مسٹر یورک! آپ تو اب باہر جاتے ہی بہت کم ہیں اور آبادی سے باہر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لٰہذا یہ ڈٹیکٹر آپ کے لیے بے کار ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں اسے لے جاؤں۔ خالی وقت میں یہی شغل کروں گا۔ کیا معلوم قسمت زور مارے اور.........''

مائیکل کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی مسٹر یورک کا قہقہہ کمرے میں گونجا اور وہ بولے: ''لے جاؤ، لے جاؤ، میں اس کا کیا کروں گا۔''

''ٹھیک ہے، لیکن میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔'' مائیکل نے ٹشو پیپر سے ڈٹیکٹر کی گرد صاف کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر یورک ہنستے ہوئے بولے: ''اور اگر میں نہ لوں تو......''

مائیکل نے کہا: ''تو پھر میرے ساتھ ایک سودا کیجیے۔ اگر میں نے واقعی اس ڈٹیکٹر کے ذریعے سے کوئی دولت کمائی تو اس میں سے بیس فی صد آپ کا ہوگا۔''

مسٹر یورک نے دوسرا قہقہہ لگایا اور مائیکل کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولے: ''ٹھیک ہے مائیک! مجھے منظور ہے۔''

اگلی دفعہ مائیکل مسٹر یورک سے ملنے آیا تو چلتے وقت اس نے لفافے میں کچھ رقم انھیں دیتے ہوئے کہا: ''مسٹر یورک! سونے کا ایک ہار اور پرانے زمانے کی چند مہریں میرے ہاتھ لگی تھیں۔ جتنے میں فروخت ہوئیں، اس کا بیس فی صد آپ کے لیے ہے۔ ہے تو چھوٹی سی رقم، لیکن شاید آپ کے کام آجائے۔''

مسٹر یورک نے مائیکل کا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا: ''نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ صرف ایک مذاق تھا۔ بھلا میں اس رقم کا حق دار کیسے بن گیا؟''

مائیکل نے پھر ہاتھ آگے بڑھایا اور بولا: ''مسٹر یورک! آپ نے ڈٹیکٹر کی قیمت نہیں لی تھی اور میرے آپ کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیس فی صد آپ کا ہوگا۔ آگے میری تقدیر ہے اور آپ کی بھی۔ مٹی ہاتھ آئے یا سونا۔ آپ میرے مہربان استاد ہیں۔ پلیز، مجھے اس پر مجبور نہ کیجیے کہ میں

معاہدے کی خلاف ورزی کروں پلیز سر!'' اور اس نے وہ لفافہ ان کے تکیے کے نیچے رکھا اور جانے کے لیے مڑا۔ جاتے جاتے اسے اپنے استاد کا یہ جملہ سنائی دیا: ''میں سخت حیران ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟''

اگلی بار مائیکل کو آنے میں ذرا سی دیر ہوئی۔ کئی مہینے گزر گئے۔ ٹیلی فون بھی نہیں آیا۔ مسٹر یورک کو اس کا سخت انتظار تھا، اس لیے نہیں کہ انھیں پیسوں کی ضرورت تھی۔ صرف اس لیے کہ مائیکل ان کا چہیتا شاگرد تھا اور اس کے ساتھ ان کا کچھ وقت اچھا گزر جاتا تھا۔

اتوار کا دن تھا۔ مسٹر یورک صبح کے ناشتے کے بعد اخبار پڑھنے میں مصروف تھے کہ مائیکل آ گیا۔ آج وہ بہت خوش تھا۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور چلتے وقت اس نے پھر ایک لفافہ مسٹر یورک کو پکڑاتے ہوئے کہا: ''ہیمپٹن کورٹ سے پرے ایک میدان میں تلاش کے دوران مجھے ہنری ہشتم کے دور کے کچھ سکے مل گئے جو میں نے اچھی قیمت میں نیلام کر دیے۔ یہ آپ کا حصہ ہے۔''

مسٹر یورک نے بغیر کسی تکلف یا انکار کے وہ لفافہ لیا اور مائیکل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُسے رخصت کیا۔ مائیکل اس سے اگلی مرتبہ آیا تو ایک دل چسپ کہانی ساتھ لایا۔

''میں لندن سے باہر برائٹن جانے والے راستے پر ایک جگہ ڈٹیکٹر گھما رہا تھا کہ ایک جگہ مجھے شبہ ہوا کہ وہاں کچھ دفن ہے۔ تھوڑی کوشش کے بعد مجھے زمین سے دھات کی ایک صندوقچی ملی۔ اسے کھولا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اُس میں پرانے زمانے کے سکے، زیورات اور کچھ قیمتی پتھر یعنی جواہرات تھے، اس میں ایک خط بھی تھا۔ لکھا تھا: ''میں زندگی بھر اپنے شوہر سے چھپا چھپا کر یہ دولت جمع کرتی رہی۔ نہ یہ شوہر کے کام آئی، نہ بچوں کے اور خود میرے۔ اب لندن اور اس کے قریب طاعون پھیل رہا ہے۔ ہزاروں لوگ مر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وبا جلد ہم تک بھی پہنچ جائے گی اور میں بھی نہ بچ سکوں گی۔ اس لیے میں اپنی یہ جمع پونجی زمین کے سپرد کر رہی ہوں۔ جس کی قسمت میں ہوگی، اُسے مل جائے گی۔ شوہر مر چکا، دونوں بچے چھوڑ کر چلے گئے اور یہ میرے کام بھی نہ آئی۔ کاش! میں اسے کسی نیک کام میں، انسانی بھلائی

کے کسی کام میں خرچ کر دیتی۔ افسوس، بدنصیب لزٹومسن۔'' اس دفینے کے نیلام سے جو رقم مجھے ملی، وہ بڑی رقم تھی، لیکن اس پر ٹیکس کافی لگا، جو رقم بچی، اس کا بیس فی صد حاضر ہے۔''

مسٹر یورک یہ رقم لینے سے پہلے ہی کھڑے ہو گئے اور دو گلاسوں میں اورنج جوس اُنڈیل کر مائیکل کے پاس آ بیٹھے، انھوں نے مائیکل سے کہا: ''مائیک! کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم دونوں اپنی اپنی رقم خود خرچ کرنے کے بجائے اسے مسز ٹومسن کی خواہش کے مطابق کسی رفاہی ادارے میں دے دیں؟''

مائیکل نے لفافہ مسٹر یورک کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ''میں اپنے حصے میں سے یہ کام بھی کرلوں گا۔ آپ اپنے حصے کی رقم تو رکھیے۔''

مسٹر یورک بولے: ''اچھا ٹھیک ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ وہ میٹل ڈیٹیکٹر مرمت کرانے پر کتنے پیسے لگے؟''

مائیکل نے فوراً جواب دیا: ''مرمت کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو بالکل ٹھیک کام کر رہا تھا۔''

اب مسٹر یورک سنبھل کر بیٹھ گئے اور کچھ دیر بڑی تیز نظروں سے مائیکل کو دیکھ کر بولے: ''یہ کیسے ممکن ہے؟ مسز ولیمز نے جو میرے کمرے کی صفائی کرنے آتی ہیں، مجھے خود بتایا کہ اس آلے کی ڈسک صفائی کے دوران ان سے ٹوٹ گئی تھی۔ اس ڈسک کے بغیر تو وہ آلہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ میں حیران ہوں کہ اس بے کار آلے سے تمھیں یہ دولت ہر مہینے دو مہینے کے بعد کیسے مل جاتی ہے؟''

مائیکل ایک دم گھبرا گیا۔ اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مسٹر یورک نے بڑی نرمی سے بولنا شروع کیا: ''مائک! میرے بیٹے! میرے ہونہار شاگرد! میرے ہمدرد دوست! یہ بتاؤ کہ تمھیں یہ ڈراما کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ میرے اور تمھارے تعلقات تو بالکل سیدھے سادے تھے۔ ان میں کوئی پیچ نہ تھا، پھر تم نے یہ کہانیاں کیوں بنائیں؟''

مائیکل نے ڈبے سے ٹشو نکال کر اپنے ماتھے کا پسینا پونچھا اور ایک دو گھونٹ جوس پینے کے بعد بولا: ''میرے مہربان استاد! میرے محسن! میں سخت شرمندہ ہوں کہ آپ سے جھوٹ کہتا رہا، لیکن یقین جانیے کہ میری نیت نیک تھی۔ آپ نے ایک استاد حیثیت سے ہمیشہ ہی مجھ پر

شفقت کی لیکن آپ وہ موقع یاد کیجیے، جب میں اولیول کے امتحان سے پہلے بیمار ہو گیا تھا اور ایک ماہ تک اسکول نہ آسکا تھا۔ امتحان سر پر کھڑے تھے اور میں کلاس میں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ میں آپ کا چہیتا شاگرد تھا۔ آپ نے میری تعلیم کی کمی پوری کرنے کے لیے مجھے اسکول کے بعد ڈیڑھ ماہ تک اضافی سبق دیئے اور میں نے امتحان میں نمایاں کام یابی حاصل کی۔ آپ کی اس مہربانی کا میں اگلے امتحانوں میں بھی فائدہ اُٹھاتا رہا۔ آپ نے میرا مستقبل بنانے میں میری اتنی بڑی مدد کی اور معاوضے کے طور کبھی ایک پینی بھی نہ لی۔ میں نے جب اچھی ملازمت حاصل کر لی اور ہاتھ میں پیسہ آیا تو میرے ضمیر نے مجھ سے کہا: مائیک! جس انسان کی وجہ سے تُو اس قابل ہوا کہ دولت میں کھیل رہا ہے، وہ ابھی تک ایک تنگ کمرے میں پڑا تنہائی کی زندگی گزار رہا ہے۔ یہ بات ذہن میں آتے ہی میں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو اتنا دے دوں کہ آپ کسی اچھی جگہ رہ سکیں، جہاں ٹھیک سے آپ کی دیکھ بھال بھی ہو سکے۔ مجھے اچھی طرح اندازہ تھا کہ آپ بہت خوددار انسان ہیں اور اس طرح میری مدد قبول نہیں کریں گے۔ بس اسی لیے میں نے یہ ڈراما شروع کیا اور سوچا کہ اس بہانے میں اُس عظیم انسان کی تھوڑی سی خدمت کر دوں جس نے مجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے، لیکن میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھے یہ ناٹک کرنا پڑے، لیکن یقین جانیے کہ......''

مسٹر یورک نے شاگرد کی پیٹھ تھپتھپائی اور اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے: ''مجھے تم پر فخر ہے، لیکن میرے بیٹے! یہ رقم میرے لیے بے کار ہے۔ میں اپنی زندگی کے اتنے سال اس کمرے میں گزار چکا ہوں کہ اب میں اس کا عادی ہو گیا ہوں، جیسے ایک قیدی پرندہ اپنے پنجرے کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر یہ کہ مجھے یہاں ہر مدد مل جاتی ہے۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ پھر میں یہاں سے کیوں جاؤں؟''

یہ کہہ کر مسٹر یورک نے میز کی دراز سے وہ لفافے نکالے جو مختلف موقعوں پر مائیکل نے انھیں دیے تھے اور وہ مائیکل کو واپس دیتے ہوئے بولے: ''میرے بیٹے! اس دنیا میں بے شمار

ایسے لوگ ہیں جنھوں نے دکھ ہی دکھ سہے ہیں، کبھی آرام نہیں اُٹھایا، اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارے بوڑھے استاد کا دل خوش ہو، اس کی زندگی کے آخری چند دن سکون سے گزریں تو پھر یہ رقم اپنی اور میری طرف سے......''

مائیکل بیچ میں ہی بول پڑا: ''میں آپ کی بات سمجھ گیا۔ ایسا ہی ہوگا، جیسی آپ کی خواہش ہے۔ مسٹر یورک! آپ ایک عظیم انسان ہیں۔ آج اس عمر میں آپ نے مجھے ایک نیا سبق دیا ہے، وہ یہ کہ اپنی ذات اور فائدہ سے نظر ہٹا کر ذرا اپنے اِردگرد بھی نظر ڈالو۔''

مائیکل اور مسٹر یورک کی کہانی ختم ہوئی تو دادا جان نے آواز دی: ''کیوں بھئی بچو! سو گئے؟''

سمن اور یاسر ایک آواز میں بولے: ''نہیں دادا جان! بڑے مزے کی کہانی تھی، سو کیسے سکتے تھے؟''

پھر سمن نے کہا: ''دادا جان! کیا ہم مسٹر یورک سے مل سکتے ہیں؟''

دادا جان بولے: ''نہیں بیٹا! وہ تو کب کے مر چکے ہوں گے۔''

سمن نے کہا: ''اوہ...... کاش! ہم ان سے مل سکتے۔''

دادا ہنسے اور کہنے لگے: ''کیوں بھئی! تمھارا مسٹر یورک سے ملنے کو کیوں اتنا دل چاہ رہا ہے؟''

سمن سنجیدگی سے بولی: ''کیوں کہ...... کیوں کہ وہ واقعی ایک عظیم انسان تھے۔'' ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۵۹ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۰ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

محنت کرو

عباس العزم

خوب محنت کرو
خوب محنت کرو

منزلِ شوق کی ہے اگر جستجو دولتِ علم کی ہے اگر آرزو

خوب محنت کرو

چاہتے ہو اگر سر پہ تاجِ شہی کام یابی کی کنجی یہی ہے یہی

خوب محنت کرو

کام یابی اگر چاہیے ساتھیو! اگر متاعِ ہنر چاہیے ساتھیو!

خوب محنت کرو

چاہتے ہو اگر زندگی اک حسیں ہے یہ خواہش کہ بن جائے جنت زمیں

خوب محنت کرو

ہے ترقی کی خواہش کوئی دل میں گر بس یہی کام کی بات ہے مختصر

خوب محنت کرو
خوب محنت کرو

تمھارے خوب صورت بال

شہید حکیم محمد سعید

نونہالو! جہاں تک سر کے بالوں کا تعلق ہے، بال انسان کی شخصیت میں دل کشی پیدا کرتے ہیں۔ پھر اگر کوئی سلیقے سے بال سنوار سکے تو خوب صورتی دوبالا ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے جو لوگ گنجے ہوتے ہیں، وہ ساری زندگی اس دل کشی کو ترستے ہیں، جو خوب صورت بالوں کو حاصل ہوتی ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھو کہ جو چیز قدرتی ہو، اس کے لیے کڑھنا نہیں چاہیے۔ ہر انسان جو پیدا ہوتا ہے، اس کے خلیات میں جینز (GENES) ہوتے ہیں۔ کچھ اور چیزوں کے علاوہ جینز میں طے ہوتا ہے کہ وہ خوب صورت بالوں والا ہوگا یا گنجا ہوگا۔ اب جو چیز طے ہے، اس کے بارے میں کڑھنا کیا۔

نونہالو! اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تمھارے بدن کے کس کس حصے پر بال بالکل نہیں ہوتے؟ لو میں تمھیں بتاتا ہوں۔ ہاتھوں کی ہتھیلیوں، پاؤں کے تلووں اور ہونٹوں پر بال نہیں اُگتے۔ جسم کے باقی حصوں پر بال ہوتے ہیں، لیکن بالوں کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً پلکوں کے بال، ابرو کے بال اور رُواں۔ رُواں اکثر اتنا باریک اور نرم ہوتا ہے کہ نظر بھی نہیں آتا۔ بال کی جڑ جلد کی اندرونی پرت میں ایک تھیلی (کیسے) میں ہوتی ہے۔ جڑ دو سے چھے سال تک کام کرتی ہے، پھر آرام کرتی ہے۔ اس کے تین ماہ بعد پھر اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔

سال بھر میں پانچ چھے انچ بال بڑھتے ہیں۔ بال زیادہ سے زیادہ تین فیٹ لمبا ہوتا ہے۔ بال میں جان نہیں ہوتی۔ جان ہوتی تو بال کاٹتے وقت تمھیں درد ہوتا، لیکن بال میں لچک اور مضبوطی کی خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ ایک بال تین اونس وزن سہار سکتا ہے۔

نونہالو! گھنگریالے یا سیدھے، موٹے یا نرم بالوں کا تعلق بھی جینز سے ہے۔ اگر بال کے ''کیسے'' کو صحیح غذا نہ ملے تو تھورا بہت فرق اس وجہ سے بھی آ سکتا ہے۔ بڑھاپے میں خلیات کم زور ہو جاتے ہیں۔ بالوں کی مضبوطی اور لچک جاتی رہتی ہے۔

نونہالو! بالوں کا بھورا یا سفید ہونا بھی کسی کے بس کی بات نہیں۔ انسانی جسم میں رنگ دار مادے کے غدود ہوتے ہیں۔ جب ان کی پیداوار کم ہو جاتی ہے تو بال سفید ہو جاتے ہیں۔ کسی آدمی کے کچھ بال جوانی ہی میں سفید ہو جاتے ہیں اور کسی کے ساٹھ برس بعد جا کر سفید ہوتے ہیں۔

لیکن غذا اور پانی کے ساتھ جسم کے اندر جانے والے زہریلے مادوں کا اور ہوائی آلودگی کا بالوں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ آلودگی میں دھواں، کاربن ڈائی اوکسائڈ اور دوسری گیس ہوتی ہیں۔ زہریلے مادوں اور آلودگی کا جس طرح آدمی کی تمام صحت پر اثر ہوتا ہے، ایسا ہی بالوں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح اچھی غذا کا جس طرح عام صحت پر اثر پڑتا ہے، اسی طرح بالوں پر بھی اثر ہوتا ہے۔

جسم کے اندر غدودوں کا ایک نظام ہے، جس سے ہارمون پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً گلے میں ایک تھائی رائڈ غدود ہوتا ہے، جسے طب میں غدۂ درقیہ کہتے ہیں۔ اس کا ہارمون کم ہو جائے تو بال گرنے لگتے ہیں۔ وٹامن کی زیادتی سے بھی بال گرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک بیماری جسے ''بال خورہ'' کہتے ہیں، اس سے بھی بال گرتے ہیں۔

قدرت کا یہ نظام ہے کہ داڑھی صرف مردوں کے آتی ہے۔ اسی طرح بچپن اور لڑکپن میں داڑھی نہیں آتی، بلکہ جوانی کے آغاز میں آتی ہے۔ ایک آدمی کے بدن پر ۵ ملین (پچاس لاکھ) بالوں کے کیسے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک لاکھ کھوپڑی پر ہوتے ہیں۔ ہر روز ۵۰ سے ۱۰۰ بال گر جاتے ہیں۔

کھوپڑی سے اُترنے والی بھوسی کو بفا یا سِکری کہتے ہیں۔ اس کا تعلق جلد سے ہے، بالوں سے نہیں۔ بالوں کے بارے میں کئی قسم کے وہم مشہور ہیں۔ مثلاً انتہائی صدمے کی وجہ سے فلاں آدمی کے بال ایک رات میں سفید ہو گئے یا کسی سنیاسی کے نسخے سے کسی گنجے کے سر پر بال اُگ آئے۔ یہ سب وہم ہیں۔

جو باتیں یقین کرنے کے قابل ہیں وہ یہ ہیں:

کھوپڑی کے مسام بند ہونے سے بالوں کی تکلیف دور ہوسکتی ہے۔ اچھی غذا سے بالوں کی خوبی یا کوالٹی میں فرق آ سکتا ہے۔ جلد اور بالوں کی صفائی سے ان کی چمک دمک میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

طب مشرقی میں صدیوں سے آملہ استعمال ہو رہا ہے۔ جو لوگ ہر سال تازہ آملے کے موسم میں اس کی سبزی استعمال کرتے ہیں یا سال بھر ہفتہ دس دن کے بعد اس کی سبزی استعمال کرتے ہیں تو ان کے بالوں میں کچھ ترقی ضرور ہوتی ہے۔ اسی طرح آملے کا تیل بھی مفید ثابت ہوتا ہے، لیکن آملے میں ایک خاص ایسڈ کی وجہ سے اتنا کسیلا پن ہوتا ہے کہ کم از کم دو بار اُبال کر

اس کا پانی گرانا ضروری ہے۔ تیسری بار کسی قدر وہ کھانے کے قابل ہوتا ہے۔

بہترین مشورہ یہ ہے کہ سر کو گرد و غبار، ریت کے ذرات، گندگی اور جراثیم سے بچائیں۔ اگر روزانہ ممکن نہیں تو ہفتے میں دو بار کسی اچھے صابن یا شیمپو سے سر کے بال اچھی طرح دھوئیں۔ دھوپ میں ننگے سر نہ پھریں۔ ٹوپی رکھیں یا سر پر اسکارف باندھ لیں۔ اگر سمندر کا پانی سر پر لگ گیا ہو تو اس کے فوراً بعد صاف پانی سے نہائیں۔ کیمیکلز والے تیل یا شیمپو استعمال نہ کریں۔ اگر آملے کا خالص تیل مل سکے تو بہتر ہے ورنہ ناریل کا خالص تیل چل سکتا ہے۔

غذا کو متوازن بنائیں۔ اس میں سبزیوں اور پھلوں کی مقدار بڑھائیں۔ طبی اصول کے مطابق روزانہ سبز پتوں والی سبزی بھی کھانی چاہیے اور دوسری قسم کی کوئی سبزی بھی۔ ان شاء اللہ تمھارے بال خوب صورت اور دل کش رہیں گے۔ ☆

دو گھنٹے کام

علامہ شبلی نعمانی لکھنے کا کام صرف صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک کرتے تھے۔ دس بجے کے بعد وہ اخبار، رسالے اور کتابیں پڑھتے یا لوگوں سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ آٹھ بجے سے دس بجے تک کے لیے ان کی یہ ہدایت تھی کہ چاہے کوئی بھی آئے، اسے میرے پاس نہ آنے دیا جائے اور چاہے کچھ بھی ہو جائے، مجھے خبر نہ کی جائے۔ جب وہ دہلی جاتے تھے تو ان کا قیام حکیم اجمل خاں کے ہاں ہوتا تھا۔ وہاں بھی وہ آٹھ بجے سے دس بجے تک لکھنے کا کام کرتے تھے۔ ان دو گھنٹوں میں پرندہ بھی ان کے قریب پر نہیں مار سکتا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی کی تمام معرکہ آرا کتابیں صرف دو گھنٹے روزانہ لکھنے کی کرامت ہیں۔ دو گھنٹے سے زیادہ لکھنا ان کے نزدیک حرام اور دو گھنٹے پابندی سے لکھنا ان کے نزدیک فرض تھا۔ یہ پابندی وہ سفر کے دوران بھی برقرار رکھتے تھے۔ ☆

Adarts-NGW-2010

تصویر خانہ

عائشہ مہتاب، کبیر والا

حافظ جہاں زیب احمد، ملتان

انس نسیم خان، ناظم آباد

محمد بلال معظم، اورنگی ٹاؤن

محمد احمد معظم، اورنگی ٹاؤن

انیقہ مریم، کورنگی

زیان بن طاہر، احمد پور شرقیہ

اُسامہ طیب، رحیم یار خان

ایک وار میں چھے شکار

معراج

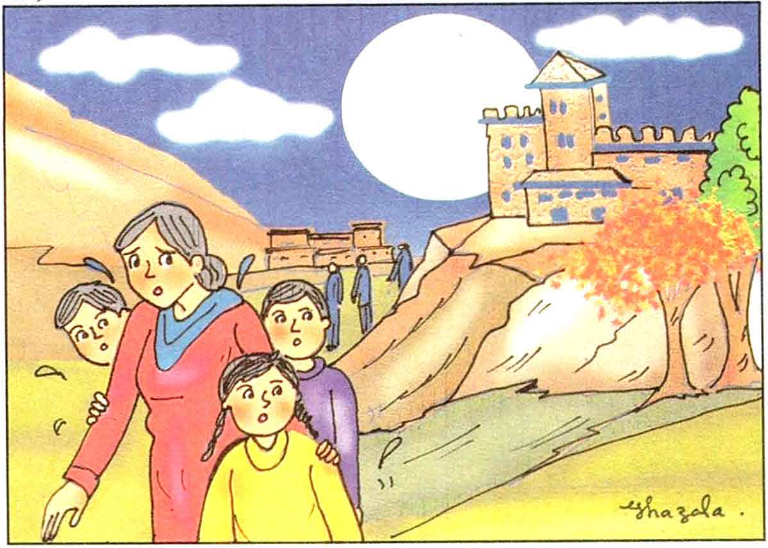

بہت دن گزرے۔ شہر بخارا میں چھے جادوگر ایک محل میں رہتے تھے۔ ان کی بلی جیسی آنکھیں تھیں، اس لیے وہ رات کے اندھیرے میں بھی دیکھ سکتے تھے۔ ان کا محل شہر بخارا کے درمیان میں واقع تھا۔ شہر کے رہنے والے لوگ بے حد ملنسار، نیک دل اور خوش اخلاق تھے، لیکن ان بد بخت جادوگروں کے آنے کے بعد شہر میں خوف و ہراس کی فضا طاری ہوگئی۔ ہر شخص اپنی جگہ بے حد ڈرا ہوا، پریشان اور سہما سہما سا تھا۔ لوگ اپنے بچوں کو جادوگروں کے محل سے دور دور رہنے کی ہدایت کرتے تھے، تاکہ ان کے شور غل کی وجہ سے جادوگروں کو غصہ نہ آجائے۔ شہر میں گانے بجانے کی تقریبات بھی نہیں ہوتی تھیں کہ ایسا نہ ہو کہ جادوگر آکر انھیں تنگ کریں۔ شہر کے

بچے بچے کی صرف ایک ہی آرزو تھی ، وہ یہ کہ کسی طرح یہ جادوگر یہاں سے چلے جائیں ، لیکن جادوگر تو ان کے سر پر مسلط ہو گئے تھے اور وہاں سے ٹلنے کا نام بھی نہیں لیتے تھے ۔ وہ اپنے محل میں جادو ٹونے کرتے رہتے اور انھیں کوئی روکنے والا نہیں تھا ۔

ان کا ایک ملازم تھا ۔ اس کا نام کالو تھا ۔ کالو کا رنگ اُلٹے توے کی طرح کالا تھا اور چہرہ

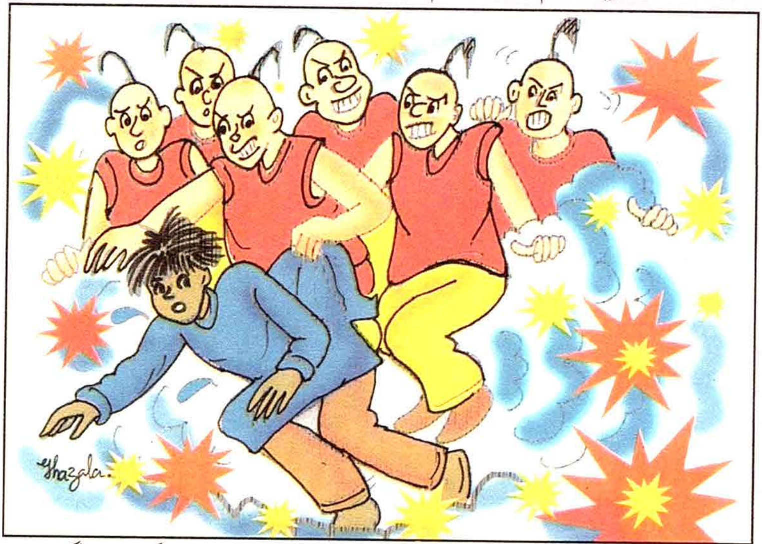

ایسا مکروہ اور ڈراؤنا کہ بچے اسے دن میں دیکھ کر ڈر جاتے تھے ۔ کالو ان جادوگروں کے گھر بہت دن سے ملازم تھا ۔ ایک دن غلطی سے کالو نے حلوے میں شکر کی جگہ نمک ڈال دیا ۔ جادوگروں کو نمکین حلوا بالکل پسند نہیں تھا ۔ وہ چھے کے چھے غصے سے پاگل ہو گئے اور لگے چیخنے چلانے ۔

ایک جادوگر بولا : ''اسے مکے مارو ۔''

سب جادوگروں نے اسے مکے رسید کیے ۔

ایک جادوگر چیخ کر بولا : ''اسے اتنے تھپڑ مارو کہ اسے دن میں تارے نظر آ جائیں ۔''

EBH .

Where fit & quality count.

LARGE SELECTION OF CHILDREN SHOES & SANDALS
FROM TRADITIONAL TO DIFFERENT

*Summer should be fun. With children out of school, it fun time all around. Shoe can enhance this fun & what better place to buy them than at **EBH** Kid shoes are available at all **EBH**outlets including The exclusive outlet for kids' **EBH junior**in Dolmen Mall. Tariq Road.*

ENGLISH BOOT HOUSE (Pvt) Ltd.

Karachi

www.ebhshop.com ebhonline.biz

سب جادوگروں نے اسے تھپڑ مارے۔ پھر چھڑیوں سے پیٹا۔ کالو یہ مار بھی سہہ گیا۔

ایک جادوگر بولا: ''اسے ٹھڈے مارو۔''

ابھی کالو کو دو چار ٹھڈے ہی لگے ہوں گے کہ وہ درد سے بے تاب ہو کر چیخنے لگا۔ اس نے حلوے کی پلیٹیں اُٹھا کر جادوگروں کے سروں پر دے ماریں۔ حلوا جادوگروں کی آنکھوں اور منھ میں بھر گیا۔ گرما گرم حلوے سے ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ چیخنے لگے، ساتھ ساتھ وہ اپنی آنکھیں بھی صاف کرتے جاتے۔

کالو نے موقعے سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ چھلانگ مار کر کمرے سے باہر نکلا اور کسی جگہ چھپ گیا۔ جادوگروں نے محل کا کونا کونا چھان مارا، لیکن کالو ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ کالو جانتا تھا کہ وہ اگر جادوگروں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اسے مکھی یا مچھر بنا ڈالیں گے۔

وہ موقع پا کر محل سے باہر نکل گیا اور دوڑتا ہوا نواب صاحب کے محل تک پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان بولا: ''تم نے اس وقت محل کے دروازے پر دستک کیوں دی؟''

کالو بولا: ''میں اسی وقت نواب صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں ان سے ایک بے حد ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں، یاد رکھو، اگر تم نے ذرا سی بھی دیر کی اور جادوگر مجھے پکڑ کر لے گئے تو تم زندگی بھر افسوس کرتے رہو گے۔''

جادوگروں کا نام سن کر دربان بھی گھبرا گیا۔ اس نے نواب صاحب کو اطلاع دی۔ نواب صاحب نے جھروکے میں آ کر کہا: ''کیا بات ہے؟ تم کون ہو؟ اور تم نے اس وقت ہمارے آرام میں کیوں خلل ڈالا؟''

کالو بولا: ''سرکار! میرا نام کالو ہے۔ میں جادوگروں کا پرانا نوکر ہوں۔ میں آج ان کے محل سے فرار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور! ایک بے حد ضروری بات آپ کے کان میں ڈالنا چاہتا ہوں۔''

نواب صاحب نے کہا: ''ٹھیک ہے، تم انتظار گاہ میں بیٹھو۔ میں پانچ دس منٹ میں آتا ہوں۔''

دربان نے کالو کو انتظار گاہ میں بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد نواب صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہ بہت بارعب نظر آ رہے تھے، لیکن جب کالو نے جادوگروں کا راز سنایا تو نواب صاحب کا چہرہ لٹک گیا۔ ڈر کے مارے حالت خراب ہوگئی اور تھر تھر کانپنے لگے۔

کالو نے بتایا: ''جادوگر ایک بہت عجیب مشین بنا رہے ہیں۔ اب یہ مشین تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ جونہی اس کا بٹن دبایا جائے گا، پیتل کے روبوٹ سپاہی خود بخود مشین سے باہر نکلنے لگیں گے۔ جادوگروں کے حکم پر یہ گلیوں اور بازاروں میں گشت کریں گے۔ ان کے سامنے جو چیز بھی آئے گی، اسے یہ روبوٹ تباہ و برباد کر دیں گے۔ ان روبوٹ سپاہیوں پر تیر، تلوار یا گولیوں کی بوچھاڑ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ حضور اعلا! یہ روبوٹ آپ کو اور ملکہ صاحبہ کو اپنا قیدی بنا لیں گے اور تخت پر بیٹھ کر حکومت کریں گے۔''

نواب صاحب کا منھ فق ہو گیا۔ وہ بولے: ''کیا تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ بکواس کر رہے ہو؟''

کالو بولا: ''سرکار! میں آپ کو دو یا تین وزیروں کے ساتھ ایک خفیہ راستے سے جادوگروں کے محل میں لے چلتا ہوں۔ آپ سوراخ سے دیکھ لیجیے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ؟''

اسی رات نواب صاحب اور ان کے تین خاص وزیر خفیہ راستے سے جادوگروں کے محل میں داخل ہو گئے۔

انھوں نے ایک سوراخ سے دیکھا۔ نواب صاحب نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جادوگر نے ایک بٹن دبایا اور کھٹ سے پیتل کا روبوٹ مشین سے باہر نکل آیا۔ نواب صاحب بہت فکر اور پریشانی کی حالت میں جادوگروں کے محل سے روانہ ہوئے۔

اگلے دن نواب صاحب نے درباریوں کا اجلاس بلایا۔ سب معزز شہریوں کو بھی دربار میں طلب کیا۔ نواب صاحب نے سب کے سامنے موجودہ صورتِ حال بیان کی اور اپنی آنکھوں

سے دیکھا ہوا واقعہ بتایا۔ لوگوں میں خوف و ہراس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وزیراعظم نے تجویز پیش کی: ''جو شخص بھی ہماری ریاست کو ان منحوس جادوگروں سے نجات دلائے گا، اسے انعام سے نوازا جائے۔''

نواب صاحب نے منادی کرادی کہ جو کوئی ملک کو ان جادوگروں سے نجات دلائے گا، شہزادی مہر نگار کی شادی اس سے کردی جائے گی اور اسے تخت کا وارث بنادیا جائے گا۔''

انھی دنوں وہاں ایک لڑکا سلمان رہتا تھا۔ وہ موم بتیاں اور شمع دان فروخت کیا کرتا تھا۔ سلمان نے جب یہ اعلان سنا تو اس کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی۔ اس کی بات سن کر اس کی بہن نے بہت مذاق اُڑیا۔ وہ بولی: ''اپنی اوقات میں رہو، روکھی سوکھی کھانے والے بھی محلوں کے خواب دیکھنے لگے۔''

سلمان نے کہا: ''باجی! عزت، ذلت، زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو مجھ غریب کو تخت پر بٹھادے۔ قسمت آزمانے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ میں کل بخارا جارہا ہوں۔''

اگلے دن وہ بخارا پہنچ گیا۔ وہ جادوگروں کے محل کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھنے لگا۔ ایک بڑھیا جو وہاں سے گزر رہی تھی، بولی: ''بیٹا! خبردار رہنا۔ سیکڑوں نوجوان جادوگروں سے مقابلہ کرنے کے لیے گئے، لیکن کوئی کام یاب نہ ہوسکا۔ تم اس بڑے سے پنجرے کو دیکھو جو پرندوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ پرندے وہی بدنصیب نوجوان ہیں جو جادوگروں سے مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ جادوگروں نے انھیں پرندے بنادیا۔ اب وہ ساری عمر اسی حالت میں رہیں گے۔''

سلمان بولا: ''اماں! میں قسمت ضرور آزماؤں گا۔ آپ اللہ سے میری کام یابی کی دعا کیجیے گا۔''

سلمان نے زور سے محل کے بیرونی دروازے پر دستک دی۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ سامنے ایک کافی بڑا میدان تھا۔ سلمان نے یہ فاصلہ طے کیا اور محل کی سیڑھیاں چڑھ کر دروازے کے پاس پہنچا۔ یہ دروزاہ بھی آپ ہی آپ کھل گیا۔ وہ محل کے اندر داخل ہوا۔ وہاں جادوگر ایک قطار میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سلمان نے انھیں ادب سے سلام کیا اور بولا: ''جناب! کیا آپ کو

موم بتیوں اور شمع دانوں کی ضرورت ہے؟ میں بہت دور سے یہ سودا بیچنے کے لیے آیا ہوں۔''

ایک جادوگر بولا: ''نہ ہمیں موم بتیوں کی ضرورت ہے اور نہ شمع دان کی۔ ہمیں تو ایک نوکر کی ضرورت ہے۔ ہمارا پرانا ملازم کالو نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔''

ایک اور جادوگر بولا: ''کیوں میاں! کیا تم جادو ٹونا بھی جانتے ہو؟''

سلمان بولا: ''جی ہاں، مجھے جادو ٹونے سے بہت دل چسپی ہے۔''

دوسرا جادوگر بولا: ''تم محنت سے جی تو نہیں چراتے؟''

سلمان بولا: ''جی نہیں، میں اپنا کام پوری توجہ اور محنت سے کرتا ہوں۔''

تیسرا جادوگر بولا: ''تو تم ہماری ملازمت کر سکتے ہو۔''

سلمان نے کہا: ''جی میں صرف ان لوگوں کی ملازمت کرتا ہوں جو بہت ہوشیار اور زبردست ہوں۔ میں فضول اور نکمے لوگوں کی نوکری نہیں کیا کرتا۔ اگر آپ مجھے ملازم رکھنا چاہتے ہیں تو پہلے میں آپ لوگوں کو آزما کر دیکھوں گا کہ آپ اس قابل ہیں کہ میں آپ کی ملازمت کر سکوں؟''

ایک جادوگر غصے سے پھٹ پڑا: ''دیکھو اس چھوکرے کی بدتمیزی! یہ بھی خوب رہی کہ ہم اسے ثبوت پیش کریں کہ ہم اعلا درجے کے جادوگر ہیں یا نہیں۔''

ایک اور جادوگر بولا: ''زبردست اور طاقت ور لوگوں کی ملازمت میں رہ کر اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

تیسرا جادوگر بولا: ''اگر ہم ثابت کر دیں کہ ہم اعلا درجے کے جادوگر ہیں تو یہ ہمارے سامنے دم بھی نہیں مار سکے گا اور ہمارے ہر حکم کو بلا چوں چرا پورا کرے گا۔''

سلمان بولا: ''اچھا تو اپنا کوئی جادوئی کمال مجھے دکھاؤ۔''

سب جادوگر ہنسنے لگے۔ انھوں نے اس سے پہلے ایسا دلیر جوان نہیں دیکھا تھا۔ ایک جادوگر بولا: ''بہت بہتر، اب ہم تمھیں دکھائیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

وہ سلیمان کو ڈرانا چاہتے تھے تاکہ اُسے اپنے الفاظ پر افسوس ہو، لیکن اسے ڈرانا بھی بہت مشکل کام تھا۔ جادوگر گرجتے دہاڑتے شیروں میں تبدیل ہو گئے اور سلمان کی طرف جھپٹے، لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا مسکراتا رہا۔ اچانک وہ ایک طوفانی لہر بن کر اس کے سامنے بڑھے، سلمان اب بھی اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ پھر وہ خوف ناک مکڑیاں بن گئے اور سلمان کے گرد جالا بننے لگے، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ پھر جادوگر عقاب بن کر جھپٹے، انھوں نے اپنے پروں سے سلمان کے سر پر چپت مارنی چاہی اور پنجوں سے اس کی آنکھیں نوچنی چاہیں، سلمان پھر بھی بے خوفی سے مسکراتا رہا۔ جب یہ وار بھی خالی گیا تب جادوگر اپنی اصل شکل میں واپس آ گئے اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

سلمان بولا: ''یہ کمال تو ہر جادوگر دکھا سکتا ہے۔ تم نے کوئی کمال نہیں دکھایا۔ میں تمھیں اس وقت زبردست جادوگر مانوں گا جب تم میری تین باتیں پوری کر کے دکھاؤ۔''

جادوگر تیوری چڑھا کر بولا: ''میاں! حد سے زیادہ نہ بڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم تمھیں بھی پرندہ بنا کر اس پنجرے میں قید کر دیں۔''

سلمان بولا: ''اس طرح تم ایک اچھا ملازم اپنے ہاتھ سے کھو دو گے۔''

جادوگر غصے سے بولا: ''اچھا بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو؟''

سلمان مسکرا کر بولا: ''پہلا امتحان یہ ہے کہ تم مجھے نظروں سے غائب ہو کر دکھاؤ۔''

سب جادوگر زور زور سے ہنسنے لگے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ آگے کی طرف پھیلائے، پھر کوئی منتر پڑھا اور یہ لو، سب جادوگر نظروں سے غائب ہو گئے۔

سلمان نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور کہا: ''بہت خوب!''

سلمان بولا: ''اگلا امتحان یہ ہے کہ تم سب ایک ایک کے تین تین بن کر دکھاؤ۔''

چٹکی بجاتے ہی سب جادوگر تین تین ہو گئے۔ اب وہاں اٹھارہ جادوگر تھے۔ وہ سلمان کے گرد گھیرا باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

سلمان بولا: ''ٹھیک ہے۔ تم اس امتحان میں کام یاب ہو گئے۔ اب تم دوبارہ چھے بن سکتے ہو۔''

جادوگر پھر چھے بن گئے۔ وہ سلمان کا مذاق اُڑانے لگے۔

سلمان بولا: ''اب تمھارا آخری امتحان باقی ہے۔ دنیا میں صرف چوٹی کے چند جادوگر ہی اس منتر کو جانتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے چھے موم بتیاں میز پر جمائیں اور بولا: ''اب تم ان موم بتیوں پر شعلہ بن کر روشن ہو جاؤ۔''

جادوگر حلق پھاڑ کر ہنسنے لگے پھر انھوں نے کوئی منتر پڑھا۔ جادوگر غائب ہو گئے۔ اگلے ہی لمحے چھے سرخ رنگ کے شعلے موم بتیوں کے سروں پر ناچ رہے تھے۔ سلمان خوب ہنسا: ''ہاہاہا۔ خوب بہت خوب۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک زوردار پھونک ماری۔ پہلا، دوسرا، تیسرا پھر چھے شعلے یک لخت بجھ گئے۔ ان جادوگروں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ موم بتیاں بجھتے ہی ان کی زندگی کے چراغ بھی گل ہو گئے۔

تب سلمان نے ہنس کر کہا: ''ایک وار میں چھے شکار۔ یہ محل اور خزانہ میرا ہے۔ نواب صاحب مجھے اپنا جانشین مقرر کر کے شہزادی مہر نگار کی شادی میرے ساتھ کر دیں گے۔''

اچانک ہی اس کی نظر پرندوں پر پڑی جو زور زور سے چہچہا رہے تھے۔ وہ اپنی آزادی کے لیے شور مچا رہے تھے۔ سلمان نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ سب پرندے باری باری پنجرے سے باہر نکلنے لگے۔ جونہی وہ پنجرے سے باہر نکلتے، وہ انسانی شکل اختیار کر لیتے۔ وہ سب سلمان کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے زندگی بھر سلمان کا وفادار رہنے کا عہد کیا۔

بخارا میں جشن کا سماں تھا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ نواب صاحب اپنی بیگم کے ساتھ اس نوجوان کو دیکھنے آئے، جس نے اپنی عقل مندی سے چھے جادوگروں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اگلے دن نواب صاحب نے سلمان کو اپنا جانشین بنا کر شہزادی مہر نگار کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ ☆

ڈاک ٹکٹ کا سفر

نسرین شاہین

ہر سال ۹-اکتوبر کو ڈاک کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ جب ڈاک کا نظام پوری طرح رائج نہیں ہوا تھا تو اُس وقت لوگ پیغام رسانی کے لیے سدھائے ہوئے کبوتروں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں بھی پیغام رسانی کا کام نامہ بر کبوتروں سے لیا جاتا تھا۔ اس طرح پیغام کی ترسیل کا پہلا ہوائی طریقہ تربیت یافتہ کبوتروں کے ذریعے سے انجام پایا۔ کبوتروں کے ذریعے سے مختصر خطوط بھیجے جاتے تھے۔ یہ خطوط کبوتروں کے بازو یا پروں کے نیچے باندھے جاتے تھے۔

اس دور میں یہ طریقہ رائج تھا کہ ایک مفہوم کے دو خط دو کبوتروں کے ذریعے سے بھیجے جاتے تھے اور دوسرے کبوتر کو دو گھنٹے بعد اُڑایا جاتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ایک کبوتر کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو دوسرا کبوتر مطلوبہ مقام تک پہنچ جائے۔ کبوتروں کو احتیاطاً بارش کے وقت اور پیٹ بھر کر کھلائے بغیر روانہ نہیں کیا جاتا تھا۔ سلطان کے نام کا خط خاص کبوتر کے ذریعے سے روانہ کیا جاتا تھا۔ اس کے کچھ مخصوص نشانات ہوتے تھے۔ کبوتر کی چونچ پر نشان لگایا جاتا تھا اور اس کے پروں کو خوب صورت مخصوص طریقے سے کتر دیا جاتا تھا۔ جب یہ کبوتر خط لے کر قلعے میں پہنچتے تھے تو سلطان انھیں خود وصول کرتا تھا۔

جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا، پیغام رسانی میں بہتری آتی گئی۔ ۱۸۴۰ء میں ''لارڈ مین'' نے دنیا کا پہلا ڈاک ٹکٹ چھاپا، جس کی مالیت ایک ''پینی'' تھی۔ اس سے پہلے ڈاک کی ترسیل کا نظام اس اصول کے تحت رکھا گیا تھا کہ خط وصول کرنے والے کو معاوضہ دینا

پڑتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک بوڑھی عورت کا بیٹا دوسرے ملک میں رہتا تھا۔ وہ اپنی ماں کو خط بھیجتا تو خط وصول کرنے کے بعد معاوضہ ماں کو دینا پڑتا تھا، جو اسے بہت گراں گزرتا تھا۔ بوڑھی عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر تمھارے ہاں سب خیریت ہو تو لفافے کے اوپر سیدھی لکیر ڈال دیا کرو، میں خط وصول نہیں کروں گی، لیکن اگر کوئی خاص یا ضروری بات ہو تو لفافے پر آڑی لکیر ڈال دینا۔ اس طرح وہ بوڑھی عورت لفافے پر سیدھی لکیر دیکھ کر خط واپس کر دیتی اور ایک پینی بچا لیتی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ڈاک کے نظام میں قبل از وقت ادائی کا اصول اپنایا گیا۔ ڈاک ٹکٹ اگرچہ ابتدا میں صرف اس مقصد کے لیے جاری کیے گئے تھے کہ محصول کی ادائی کی ضمانت ہو مگر انسان کے شوق نے ڈاک ٹکٹ کو اس منزل پر پہنچا دیا کہ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ڈاک ٹکٹ کو جمع کرنے لگے۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا اور یہ مشغلہ شہروں سے نکل کر ملکوں میں پھیل گیا۔

بہت سے لوگ اپنے کام کے علاوہ بعض چیزیں جمع کرنے کو اپنا مشغلہ بناتے ہیں۔ کسی کو کرنسی نوٹ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے تو کسی کو سکّے۔ کوئی ماچس جمع کرتا ہے تو کوئی نوادر جمع کرنے کا شوقین ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں ایسے بے شمار افراد موجود ہیں جن کا مشغلہ ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنا ہے۔ شوق ایسا جذبہ ہے، جس میں فائدے یا نقصان کا جائزہ نہیں لیا جاتا۔ ہم سیاحوں کو دیکھتے ہیں کہ صرف شوق کی خاطر وہ لاکھوں رُپے خرچ کر کے ملکوں کے سفر پر جاتے ہیں اور انتہائی دشوار گزار راستوں سے گزرتے ہیں۔ شوق کا کوئی مول نہیں ہوتا۔ اسی طرح ڈاک ٹکٹ جمع کرنا ایک ایسا مفید مشغلہ ہے جو تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدن، تاریخی، جغرافیائی معلومات کے ساتھ ساتھ کسی بھی ملک کی سیاسی و مذہبی معلومات سے واقفیت رکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور اس کو ایک خاموش علمی سفر کہا جاتا ہے۔

ڈاک ٹکٹوں کا اجرا محکمۂ ڈاک کے ذمے ہوتا ہے اور یہ ٹکٹ کسی اہم موقعے پر جاری کیے جاتے ہیں۔ یہ یادگاری ڈاک ٹکٹ کہلاتے ہیں۔ دنیا کے اکثر ممالک میں قومی رہنما کی پیدائش یا وفات، کھیلوں کے خاص مواقع، کسی ملک کے بانی یا کسی حکمراں کی جانب سے کیے گئے اقدام اور ملکی ترقی کے کسی پروگرام کے شروع ہونے پر بھی عوام کو آگاہ کرنے کے لیے ڈاک کے ٹکٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ ملک کے اہم ترین دنوں میں ان ڈاک ٹکٹوں سے یہ سند ہو جاتی ہے کہ کس دن کو ہم نے یادگار دن کے طور پر منایا اور اس طرح آنے والی نسلوں کو مطالعے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ قائداعظم کی پہلی برسی کے موقع پر ۱۱- ستمبر ۱۹۴۹ء کو محکمۂ ڈاک نے تین یادگاری ٹکٹ جاری کیے تھے۔ ان ڈاک ٹکٹوں کی مالیت ڈیڑھ آنہ، تین آنے اور دس آنے تھی۔ پہلے دو ٹکٹوں پر اردو میں اور آخری ٹکٹ پر انگریزی میں قائداعظم کے اقوال ''اتحاد، یقینِ محکم، تنظیم'' تحریر تھے۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی پاکستان پوسٹ آفس وجود میں آ گیا تھا۔ اس وقت مغربی پاکستان میں ۳۰۳۶ ڈاک خانے موجود تھے، جن میں زیادہ تر شہروں اور بڑے قصبوں میں تھے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان ڈاک کے بین الاقوامی ادارے ''یونی ورسل پوسٹل یونین'' سے وابستہ ہو گیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کو غیر منقسم ہندستان کے ڈاک ٹکٹوں پر پاکستان کا لفظ چھاپا گیا۔ پاکستان کے پہلے ڈاک ٹکٹ ۹ جولائی ۱۹۴۸ء کو آزادی کی پہلی سال گرہ سے ۳۷ دن پہلے شائع کیے گئے۔ وہ مختلف ڈیزائن کے چار ٹکٹ تھے۔ ان پر قومی علامت چاند تارا نمایاں تھا اور پاکستان زندہ باد کے الفاظ بھی تھے۔ پاکستان کے ان اولین چار ڈاک ٹکٹوں میں سے ایک رُپے والے ٹکٹ کا شمار دنیا کے دس خوب صورت ترین ڈاک ٹکٹوں میں کیا گیا۔ یہ بین الاقوامی شہرت یافتہ مصور عبدالرحمٰن چغتائی کی تخلیق تھا۔ ☆

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہوں گے، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۰ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت یعقوبؑ کے .... بیٹے تھے۔ (۸ ۔ ۱۰ ۔ ۱۲)

۲۔ جب حضور اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو آپؐ کی عمر ...... سال تھی۔ (۴۔۶۔۸)

۳۔ حضرت عثمان غنیؓ، خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کے .... تھے۔ (بہنوئی ۔ خالو ۔ پھوپھا)

۴۔ ۱۷-اپریل ۱۹۵۳ء کو .... پاکستان کے تیسرے وزیراعظم بنے تھے۔ (محمد علی چودھری ۔ محمد علی قصوری ۔ محمد علی بوگرہ)

۵۔ پاکستان بننے کے بعد .... کے پہلے وزیرِ اعلا محمد ایوب کھوڑو تھے۔ (سندھ ۔ پنجاب ۔ بلوچستان)

۶۔ خلافتِ بنوامیہ کے دور میں کل .... حکمراں گزرے ہیں۔ (۱۲ ۔ ۱۴ ۔ ۱۶)

۷۔ جبرالٹر (GIBRALTAR) کا پرانا نام .... ہے۔ (جبل المشرق ۔ جبل الشیخ ۔ جبل الطارق)

۸۔ مشہور شاعر .... کا اصل نام شوکت علی خاں تھا۔ (قابل اجمیری ۔ فانی بدایونی ۔ محشر بدایونی)

۹۔ اَلَم .... زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے: دکھ، درد، غم، ملال۔ (عربی ۔ اردو ۔ فارسی)

۱۰۔ ''SHEEP'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (بھیڑ ۔ بکری ۔ ہرن)

۱۱۔ رومن رسم الخط میں ہزار کے ہندسے کو انگریزی حرف .... سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ (C ۔ M ۔ L)

۱۲۔ اسلامی ملک سوڈان کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (روپیہ ۔ دینار ۔ پونڈ)

۱۳۔ تھائی لینڈ کا دارالحکومت .... ہے۔ (سیول ۔ منیلا ۔ بنکاک)

۱۴۔ ۵۴۹ قبل مسیح میں .... نے ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ (اشوک اعظم ۔ سائرس اعظم ۔ سکندرِ اعظم)

۱۵۔ اردو کے اس محاورے کو مکمل کریں: ''جنگل میں مور .... کس نے دیکھا۔'' (ناچا ۔ رویا ۔ بھاگا)

۱۶۔ اکبرالہ آبادی کے اس شعر کا دوسرا مصرع درست کیجیے:

بتاؤں آپ کو، مرنے کے بعد کیا ہوگا پلاؤ کھائیں گے ....، فاتحہ ہوگا (دوست ۔ لوگ ۔ احباب)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۱۷۸ (اکتوبر ۲۰۱۰ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ دہرائیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۰ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (اکتوبر ۲۰۱۰ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۰ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

نونہال ادب کی سبق آموز اور دل چسپ کتابیں

وہ بھی کیا دن تھے
شہید پاکستان حکیم محمد سعید نے اپنے بچپن کی باتیں بڑے مزے لے لے کر بیان کی ہیں۔ اپنی شرارتوں کا ذکر کیا ہے۔ تعلیم سے لے کر کھیل تک کے واقعات بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف مزے دار اور سبق آموز ہے بلکہ حکیم صاحب کی کامیاب شخصیت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

صفحات: ۶۴ رُپے ——— قیمت: ۶۰ رُپے

جوہر قابل
مولانا محمد علی جوہر کی زندگی کے ولولہ انگیز حالات و واقعات جنھیں مسعود احمد برکاتی نے سہل، سلیس اور دل نشین انداز میں لکھا ہے۔ تیسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ سرورق پُرکشش۔

صفحات: ۶۴ ——— قیمت ۴۵ رُپے

رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مختصر حالات زندگی جن کا ہر عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔
مولانا فضل القدیر ندوی کی ایک مفید اور سبق آموز کتاب۔

صفحات: ۴۰ ——— قیمت: ۳۵ رُپے

اُمت کی مائیں
اس کتاب میں حضور اکرمؐ کی قابلِ احترام بیبیوں کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں جو ہمارے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہیں اور مسلمان بچیوں اور خواتین کے لیے خاص طور پر سبق آموز ہیں۔ بچوں اور بڑوں سب کے لیے یکساں مشعلِ راہ۔

صفحات: ۴۰ ——— قیمت: ۲۰ رُپے

☆ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰
☆ ہمدرد کتابستان، نزد جامع مسجد آرام باغ، شاہراہ لیاقت، کراچی

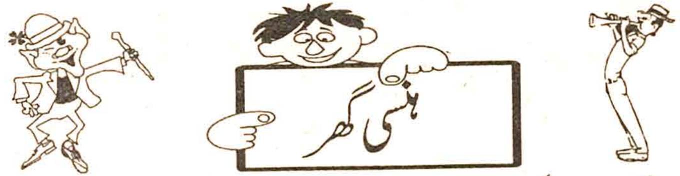

ڈاکٹر صاحب پاگل خانے کا معائنہ کرتے ہوئے ایک وارڈ میں پہنچے تو وہ بالکل خالی تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے حیرت سے پوچھا: ''کیا اس میں کوئی مریض داخل نہیں ہے؟''

ڈیوٹی افسر نے بتایا: ''مریض تو موجود ہیں سر!''

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: ''تو پھر مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے؟''

ڈیوٹی افسر نے بتایا: ''دراصل اس وارڈ میں اتفاق سے صرف وہ پاگل مریض داخل ہیں، جو پیشے کے اعتبار سے موٹر مکینک تھے۔ وہ سب اس وقت اپنے اپنے بیڈ کے نیچے گھسے ہوئے ہیں اور اپنے خیال میں گاڑی کی مرمت کر رہے ہیں۔''

مرسلہ: جاوید بلوچ، سولانی گورکوپ

وزیر نے اعلان کیا: ''ٹرین کے حادثے میں زخمی ہونے والوں کو ایک لاکھ اور ہلاک ہونے والوں کو تین لاکھ دیے جائیں گے۔''

ایک دیہاتی بولا: ''میرا باپ پہلے زخمی ہوا تھا پھر مر گیا، اس لیے ہمارے چار لاکھ بنتے ہیں۔''

مرسلہ: کنول عبدالستار ٹالپر، ٹنڈو جان محمد

ایک صاحب نے اپنے پڑوسی سے کہا: ''میں کئی بار آپ سے شکایت کر چکا ہوں کہ آپ کا بیٹا میری نقل اتارتا ہے۔ جس طرح میں کرتا ہوں، وہ بھی اسی طرح کرتا ہے۔ آپ نے اسے سمجھایا نہیں؟''

پڑوسی نے جواب دیا: ''آپ ناراض نہ ہوں، میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ بے وقوفوں جیسی حرکتیں نہیں کرتے، مگر وہ بے وقوف مانتا ہی نہیں۔''

مرسلہ: ربیعہ شفیق، حیدرآباد

دو ادیبوں کی نوک جھونک چلتی تھی۔ ایک ادیب کی حال ہی میں ایک کتاب شائع ہوئی۔ دوسرے نے کہا: ''میں نے تمھاری کتاب پڑھی، زبردست تھی۔ تم نے یہ کس سے لکھوائی؟''

دوسرے ادیب نے کہا: ''مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے میری کتاب کو پسند کیا، لیکن یہ بتاؤ، تم نے یہ کس سے پڑھوائی؟''

مرسلہ: بشریٰ عبدالستار، ملتان

ایک فقیر نے اپنے دوست سے کہا: ''میں بادشاہ کی لڑکی سے شادی کر رہا ہوں، آدھی بات طے ہو چکی ہے۔''

دوست: ''وہ کیسے؟''

فقیر: ''میں تو شادی کے لیے تیار ہوں، مگر بادشاہ راضی نہیں ہے۔''

مرسلہ: محمد حمزہ اشرفی، کراچی

استاد نے شاگرد سے کہا: ''توانائی کو اپنے جملے میں استعمال کرو۔''

شاگرد: ''کل صبح پڑ اٹھے والے نے اپنا توا نائی کی دکان کے سامنے لگا لیا، جس پر دونوں کی لڑائی ہو گئی۔''

مرسلہ: مسکان عارف شیخ،

مالکن: ''میں بہت کم لفظ استعمال کرتی ہوں۔ جب میں انگلی سے اشارہ کروں تو سمجھ لینا کہ میں تمھیں بلا رہی ہوں۔''

نوکرانی: ''اتفاق سے کچھ ایسی ہی عادت میری بھی ہے۔ جب میں سر ہلاؤں تو سمجھ لیں کہ میں نہیں آ سکتی۔''

مرسلہ: اقصیٰ ہاشمی، کراچی

ارش (ماں سے): ''امی جان! میرے ڈرائنگ کے استاد نے کبھی گھوڑا نہیں دیکھا۔''

ماں: ''ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟''

ارش: ''کیوں کہ انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ گھوڑے کی تصویر بنا کر لانا۔ جب میں تصویر بنا کر لے گیا تو کہنے لگے کہ یہ کون سا جانور ہے؟''

مرسلہ: عمر دراز نوناری، ملتان

مالک: ''اب تک تم سے مچھر نہیں مرے، میرے کانوں میں بھنبھنا رہے ہیں۔''

نوکر: ''صاحب! میں نے مچھر تو مار دیے، یہ تو ان کی بیویاں ہیں، جو ان کے مرنے پر رو رہی ہیں۔''

مرسلہ: عابد علی آرائیں، ٹنڈو میر علی

ایک انجینئر غصے سے اپنے ماتحت سے کہنے لگا: ''سمجھ میں نہیں آتا، عقل تقسیم ہوتے وقت تم کہاں تھے؟''

ماتحت سادگی سے بولا: ''جناب! اس وقت تو میں آپ کے ساتھ سروے پر گیا ہوا تھا۔''

مرسلہ: بریرہ خالد، لاہور

☯ بچے کنویں میں جھانک کر اپنی پرچھائیں دیکھنے پر ڈر گئے اور تیزی سے دوڑتے ہوئے مالی بابا کے پاس گئے اور کہا: ''بابا، بابا! کنویں میں جن ہیں اور ہمیں ڈرا رہے ہیں۔''

بابا کنویں کی طرف گیا اور جھانک کر نیچے دیکھا تو اس کو اپنا عکس نظر آیا، کہنے لگا: ''شرم نہیں آتی، اس عمر میں بچوں کو ڈراتے ہو۔''

مرسلہ: محمد آصف گورمانی، اوتھل

☯ زرعی کالج سے گریجویٹ ایک شخص نے پہلی دفعہ ایک گاؤں کا دورہ کیا اور پھلوں کے باغ کا معائنہ کرتے ہوئے زمیندار سے کہا: ''آپ لوگ ابھی تک باغبانی کے ہزاروں سال پرانے طریقے آزما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔ اگر اس درخت سے پندرہ بیس سیب بھی اُتر آئیں تو مجھے حیرت ہوگی۔''

''حیرت تو مجھے بھی ہوگی، کیوں کہ یہ درخت آلوچے کا ہے۔'' زمیندار نے جواب دیا۔

مرسلہ: بابر علی، ملتان

☯ دو دوست ایک محفلِ موسیقی میں شریک تھے۔ ایک دوست نے دوسرے دوست کو کہنی مارتے ہوئے کہا: ''دیکھو، وہ سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے بجائے سو رہا ہے۔''

دوسرا دوست بگڑتے ہوئے بولا: ''ارے! چھوڑو بھی، اتنی سی بات کے لیے مجھے جگانے کی کیا ضرورت تھی؟''

مرسلہ: سیدہ ثوبیہ ناز، کراچی

☯ ایک امیدوار اپنے حلقے میں تقریر کر رہا تھا: ''ہمارے علاقے میں بہت سارے مسائل ہیں، میرے منتخب ہونے کے بعد.........''

ایک شخص اچانک بول اُٹھا: ''اور بھی بڑھ جائیں گے۔''

مرسلہ: عبدالرافع، لیاقت آباد

☯ مالک نے نوکر سے کہا: ''ظالم کی تعریف کرو۔''

نوکر بولا: '' صاحب ظالموں کی کوئی تعریف نہیں کرتا۔''

مرسلہ: تحریم سلیم، بلال ٹاؤن

☆☆☆

سندھی لوک کہانی

شہزادہ گل منیر

پروفیسر سلیم سھتو

ایک تھا رحم دل بادشاہ۔ اس کی حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیا کرتے تھے۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ تھا، لہٰذا وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا۔ اللہ کی مہربانی سے ان کے گھر تیسرے بیٹے کی ولادت ہوئی۔ یہ بیٹا دونوں بیٹوں سے زیادہ خوب صورت تھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے شاہی خزانے سے رعایا کو خوب نوازا۔ اس حد تک نوازا کہ ملک کے سب غریب لوگ امیر ہو گئے۔ چالیس دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شہزادے کی قسمت کا حال جاننے کے لیے شاہی نجومیوں کو بلوایا۔ نجومیوں نے علمِ نجوم سے حساب لگا کر بادشاہ کو بتایا کہ شہزادے کا نصیب تو بہت اچھا ہے، لیکن نو برس کی عمر سے اسے مشکلات کا سامنا ہوگا اور رشتے داروں سے جدائی ہوگی۔ آخر جوانی میں ان تکالیف سے نجات پائے گا اور ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ بنے گا۔ بادشاہ نے یہ باتیں سن کر نجومیوں کو انعام واکرام سے نواز کر روانہ کر دیا۔

شہزادے کا نام گل منیر رکھا گیا۔ اس کی پرورش کے لیے خاص کنیزیں مقرر کی گئیں، جنھوں نے اسے بڑے لاڈ پیار سے پالا۔ جب اس کی عمر چھے برس ہوئی تو اسے قابل استادوں کے سپرد کیا گیا۔ شہزادے نے جلد ہی اپنی صلاحیت کے جوہر دکھانا شروع کر دیے۔ شہزادہ نو برس کی عمر کو پہنچا ہی تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت تینوں شہزادے چھوٹے ہی تھے، لہٰذا وزیرِ اعظم کے دل میں بے ایمانی پیدا ہو گئی اور اس نے حکومت پر قبضہ کر کے تینوں شہزادوں کو ملک سے نکال دیا۔

تینوں شہزادے وزیرِ اعظم کے ڈر سے شہر چھوڑ کر فقیرانہ لباس میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے آخر تھک گئے اور ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ بے چارے شہزادوں نے کبھی تکلیفیں نہیں اُٹھائی تھیں۔ وہ باتیں کرتے کرتے درخت کے سائے تلے سو گئے۔ جب نیند سے بیدار

ہوئے تو بڑے شہزادے نے چھوٹوں سے کہا: ''بھائیو! میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے دودھ کا کٹورا اور روٹی ملی ہے، جسے میں نے کھا کر اپنا پیٹ بھرا۔''

منجھلے شہزادے نے کہا: '' میں نے بھی خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ نے مجھے مچھلی اور روٹی کھانے کو دی ہے۔''

چھوٹا شہزادہ گل منیر خاموش رہا۔ اس پر دونوں بھائیوں نے اس سے پوچھا: ''بھائی! تم بھی بتاؤ کہ تم نے خواب میں کیا دیکھا؟''

اس پر گل منیر نے کہا: '' جو میں نے خواب میں دیکھا ہے، اگر میں تمھیں بتاؤں تو تم لوگ ناراض ہو جاؤ گے، لہٰذا اس بات کو یہیں ختم کر دو۔''

اس پر دونوں شہزادوں نے کہا: ''ہم تمھارے دشمن نہیں ہیں، جو تم نے دیکھا ہے وہ ہمیں بھی بتاؤ۔''

ان کے زور دینے پر گل منیر نے کہا: '' بھائیو! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ مجھ پر بڑا مہربان ہوا ہے۔ مجھے بادشاہت ملی ہے۔ چار رانیوں سے میں نے شادی کی ہے۔ پالنے میں بیٹھا ہوں۔ دو رانیاں دائیں اور دو بائیں جانب بیٹھی ہیں اور وہ باری باری پالنے کو جھولا دے رہی ہیں۔ اس

کے ساتھ ہی وہ مجھے میوے بھی کھلاتی جارہی ہیں۔''

بڑے بھائی نے گل منیر کی باتیں سن کر دو تھپڑ اس کے منھ پر مارے اور کہا: ''اگر تو اتنا خوش نصیب ہوتا تو ابا جان کی بادشاہت ہم یوں نہ گنواتے۔''

گل منیر کو بڑا دکھ ہوا اور وہ رونے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دونوں بھائی اُٹھ کر چلنے لگے اور اسے بھی چلنے کے لیے کہا، لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا تو وہ لوگ اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔

بھائیوں کے چلے جانے کے بعد گل منیر اُٹھ کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی، سورج ڈھل گیا، لہٰذا وہ ایک درخت کے نیچے رات بسر کرنے کے لیے سو گیا۔ اس درخت پر ایک آدم خور دیو رہتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ایک آدم زاد درخت کے نیچے سو رہا ہے تو اس کے منھ میں پانی بھر آیا۔ وہ اسے کھانے کے خیال سے درخت سے اُترا، لیکن اس کی نظر گل منیر پر پڑی تو اس کی خوب صورتی اور جوانی دیکھ کر اسے رحم آ گیا اور وہ اسے اُٹھا کر شہر سے تھوڑے فاصلے پر چھوڑ کر چلا گیا۔ گل منیر جب نیند سے بیدار ہوا تو بڑا حیران ہوا اور وہ اسے قدرت کا کرشمہ سمجھا۔ وہ اُٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہزادے کو جب بہت بھوک لگی تو وہ ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ نمازی اسے مسافر سمجھ کر کھانا دے گئے۔ وہ کھانا کھا کر آرام کرنے لگا۔ مسجد کے پیش امام نے گل منیر سے اس کے حالات پوچھے۔ امام صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ شہزادہ ہے تو بڑے حیران ہوئے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انھوں نے گل منیر کو اپنا بیٹا بنا کر گھر میں رکھ لیا۔ گل منیر نے بھی یہ سوچا کہ کہاں دھکے کھاؤں گا، اس لیے وہ پیش امام کی بات مان کر ان کے ساتھ رہنے لگا۔ امام صاحب کے مدرسے میں ایک شہزادی اور ایک وزیر زادی بھی پڑھنے آتی تھی۔ گل منیر کی قابلیت اور خوب صورتی دیکھ کر وہ اس سے متاثر ہو گئیں اور شہزادہ گل منیر کی ان دونوں سے دوستی ہو گئی۔ پھر جب شہزادی کو پتا چلا کہ گل منیر شہزادہ ہے تو اس نے بادشاہ کو مجبور کر

کے گل منیر سے شادی کر لی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس بادشاہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ وزیرِ اعظم نے شہزادی سے مشورہ کرنے کے بعد شہزادے کو بادشاہ بنا دیا۔ کچھ عرصہ اور گزرا تو نجومیوں نے بتایا کہ شہزادی پر کسی نے جادو کرایا ہوا ہے، تاکہ اس کی اولاد نہ ہو۔ اس کا توڑ یہ ہے کہ نیا بادشاہ مزید تین شادیاں کرے۔ گل منیر نے شہزادی کی رضا مندی سے تین اور شادیاں کر لیں۔ پھر شہزادی کو اللہ نے ایک خوب صورت بیٹے سے نوازا۔ اِدھر اس کے بھائی بھٹکتے ہوئے گل منیر سے آن ملے۔ گل منیر نے انھیں عزت و اکرام سے نوازا اور اس کے بعد وہ اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر اپنے آبائی وطن پہنچا اور والد کے دشمنوں کو ختم کر کے اپنے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ ☆

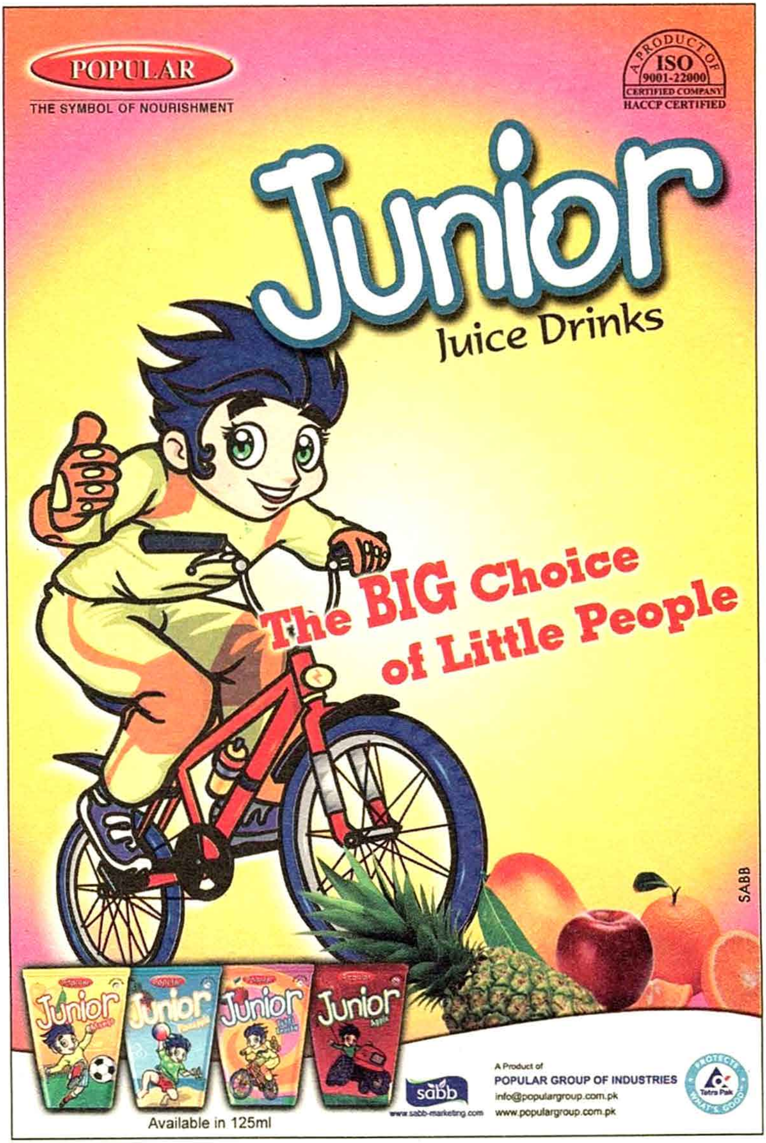
POPULAR
THE SYMBOL OF NOURISHMENT
A PRODUCT OF ISO 9001-22000 CERTIFIED COMPANY
HACCP CERTIFIED
Junior
Juice Drinks
The BIG Choice of Little People
SABB
Available in 125ml
sabb
www.sabb-marketing.com
A Product of
POPULAR GROUP OF INDUSTRIES
info@populargroup.com.pk
www.populargroup.com.pk
Tetra Pak
PROTECTS WHAT'S GOOD

مسکراتی لکیریں

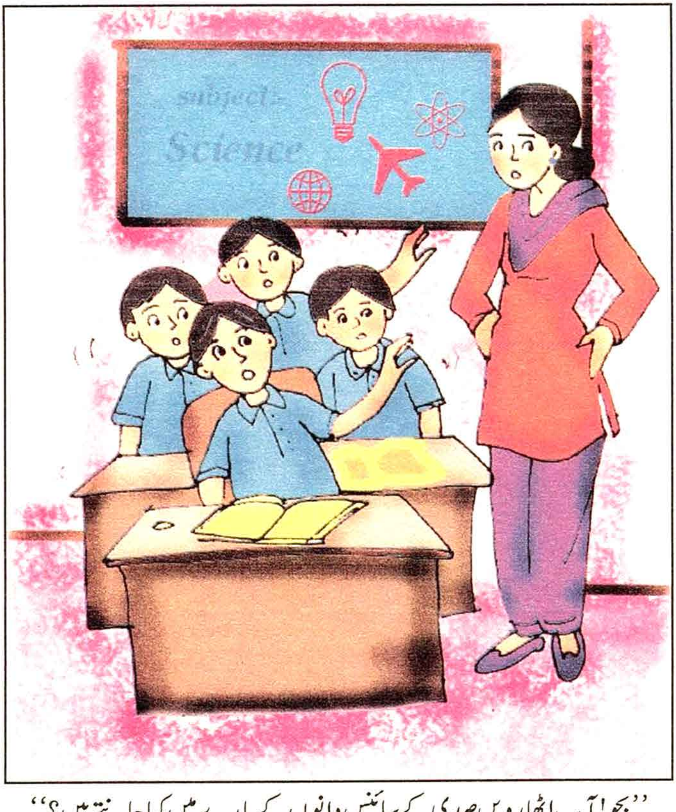

''بچو! آپ اٹھارویں صدی کے سائنس دانوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟''

''جی ہاں بہت جانتے ہیں، وہ سب مر چکے ہیں۔''

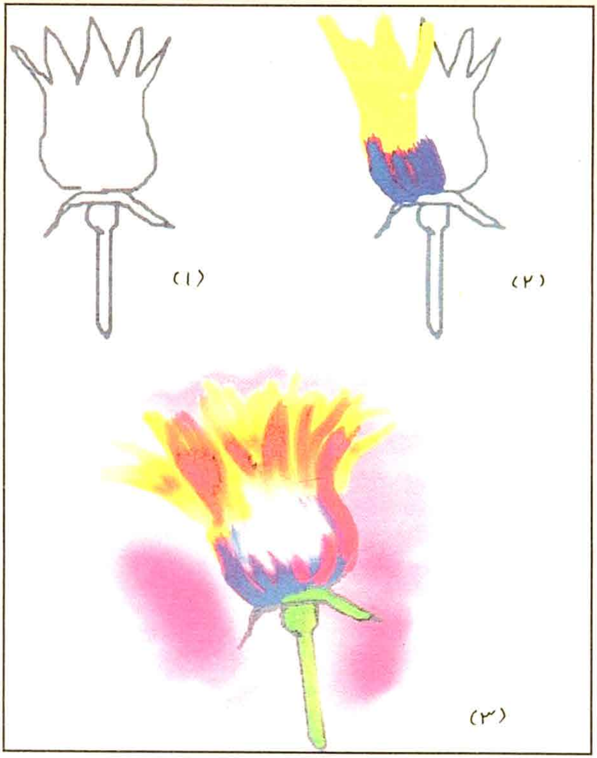

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

اب تک آپ جان چکے ہوں گے کہ مصوری میں کئی طریقے، انداز یا ٹیکنک استعمال ہوتی ہیں۔ اس بار ڈرائی برش (DRY BURSH) ٹیکنک کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔ پہلے تصویر کا خاکہ بنائیے، دیکھیے تصویر نمبر ایک۔ اب برش پر تھوڑا سا پوسٹر کلر (POSTER COLOR) لگا کر ہلکا سا پانی لگا لیجیے۔ زیادہ پانی لگانے سے STROKE ٹھیک نہیں آئے گا۔ اب برش کو نیچے سے اوپر کی طرف لائیے، دیکھیے تصویر نمبر دو۔ اسی طرح مختلف رنگ لگانے سے آپ کی تصویر مکمل ہو جائے گی، دیکھیے تصویر نمبر ۳۔ مشق کرتے رہنے سے مہارت ہو جائے گی۔ ☆

مچھلی کی بات

ایک دن میرے دل میں کیا آئی کہ میں سمندر کی طرف نکل گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں سینڈز پٹ ۱۹۵۲ء میں گیا تھا۔ اس کے بعد سے پھر وہاں جانے کا موقع نہیں ملا۔ میرے ایک بہت ہی پیارے دوست تھے، حاجی عبداللہ بنگالی۔ بنگال آئل ملز کے مالک۔ ان کے مجھ پر احسانات ہیں۔ پاکستان میں ہمدرد کی فیکٹری قائم کرتے وقت انھوں نے جو مدد کی، میں اسے فراموش نہیں کرسکتا۔ آخری دنوں میں وہ مجھ سے ایسے ناراض ہوئے کہ بات تک نہیں کرتے تھے۔ مرنے جینے میں بھی شرکت نہیں رہی۔ ان کی ناراضی کا مجھے شدید غم ہے اور ہمیشہ رہے گا، مگر بیت الحکمۃ میں حاجی عبداللہ بنگالی کا فوٹو لگا ہوا ہے۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں ۔ انسان کو احسان فراموش نہیں ہونا

Adarts-CAR-1/09

چاہیے۔ میرے پیارے نونہالو! ہمیشہ یادرکھنا کہ احسان کبھی فراموش نہ ہونے پائے۔ اگر تمھارے ساتھ اچھائی کرے تو اسے ہمیشہ یادرکھنا۔

ہاں تو بات ہورہی تھی کہ میں سمندر کی طرف نکل گیا۔ دیکھا تو وہاں مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ اوپر آتیں اور پھر غڑپ غوطہ لگاتیں۔ نہایت خوب صورت منظر تھا۔ میں پانی کے اور قریب ہوگیا۔ میرے پاس کھلی ہوئی مکئی تھی، نمکین۔ میں نے ایک مٹھی مکئی پانی میں ڈال دی۔ پانی میں ایک طوفان آگیا۔ مچھلیاں غڑپ غڑپ مکئی دانوں پر لپک رہی تھیں۔ میں اب ان کے اور قریب آگیا۔ میں نے سوچا، لاؤ میں ذرا ان سے باتیں کروں۔ میں نے آواز دی۔ مچھلیوں کے کان کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک دو نے مجھے غور سے دیکھا بھی۔ میں نے ایک مٹھی اور مکئی دانوں سے ان کی تواضع کی۔ اب میری ان سے دوستی ہوگئی۔

ایک مچھلی میرے سامنے آکر ٹھیر گئی۔ اس نے اپنا منھ کھولا۔ پانی کے بلبلے اٹھے۔ ذرا دیر کے لیے منظر دھندلا ہوگیا۔ پھر پانی صاف ہوا۔ میں نے کہا:

''میری پیاری مچھلی! ذرا میرے قریب آؤ۔ میں تم سے باتیں کروں گا۔''

مچھلی نے اپنا سر ابھارا۔ پانی میں بلبلے بنے اور پھوٹے۔ شاید زور سے ہنسی تھی، اس لیے بلبلے اس بار بہت سارے جمع تھے۔

میں نے کہا: ''پیاری مچھلی! مجھے تم سے ایک بات پوچھنی ہے، مگر ذرا سچ سچ بتانا۔''

مچھلی نے جواب دیا: ''جناب اگر آپ نے میری نبض دیکھنے کا ارادہ کیا ہے تو میری معذرت! میں تو بالکل تن درست ہوں۔''

میں نے کہا: ''نہیں پیاری مچھلی! نبض دیکھنے کی بات نہیں ہے۔ بات کچھ اور ہی ہے۔''

مچھلی بولی: ''اچھا تو پھر فرمایئے۔ میں سچ بولتی ہوں، بلکہ مچھلی کی دنیا میں جھوٹ کا کوئی رواج نہیں ہے۔ یہ مرض تو انسانوں کو لگا ہوا ہے۔''

میں نے کہا: ''بس ایک سوال کرتا ہوں۔ پیاری مچھلی! مجھے یہ تو خوب معلوم ہے اور تم بھی جانتی ہو کہ جس پانی میں تم رہتی ہو، وہ صاف پانی ہوتا ہے۔''

مچھلی نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: ''کہاں صاف پانی اب۔ آپ انسانوں نے ہمارے

صاف پانی میں اب ملاوٹیں شروع کردی ہیں۔آپ کے ہاں کی ہر گندی چیز یہاں ہمارے ماحول میں پھینک دی جاتی ہے۔ہم اس گندگی سے بہت نالاں ہیں۔''

میں نے کہا: ''پیاری مچھلی! تم سچ کہتی ہو۔ایسا واقعی ہو رہا ہے۔پھر بھی تمھارا ماحول ہمارے ماحول سے ابھی اچھا ہے۔اچھا تو تم میرے سوال کا جواب دو۔''

مچھلی بولی: ''ارشاد فرمائیے۔''

میں نے پوچھا: ''جب تمھارا ماحول صاف ستھرا ہے، تم بھی پاک صاف رہتی ہو، تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم میں سے بو کیوں آتی ہے؟''

مچھلی بولی: ''جناب حکیم صاحب! آپ نے بڑا سخت سوال کیا ہے۔میرا تو سوال سن کر سر چکرا گیا ہے۔میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیسے جواب دوں۔''

میں نے کہا: ''دیکھو بی مچھلی! تم سچ بولنے کا وعدہ کر چکی ہو۔اب تم مجھے اپنی بو کی سچ سچ وجہ ضرور بتاؤ!''

مچھلی نے بتایا: ''حکیم صاحب! ہم مچھلیوں میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے۔سچ ہے۔اس کی وجہ بس ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم مچھلیوں کو جب بھوک لگتی ہے تو ہم ایک دوسرے کو کھا جاتی ہیں، اس لیے ہم میں سے بو آتی ہے۔''

نونہالو! مچھلی نے یہ جواب دیا، اور پھر وہ ایسی شرمائی کہ میں اسے بلاتا رہ گیا، مگر وہ غوطہ لگا کر گہرے سمندر کی تہ میں چلی گئی اور میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ہم انسانوں کا آج کیا حال ہے! کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم انسان بھی آج کل ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔یہ قتل اور غارت گری آخر کیا ہے! ایک انسان دوسرے انسان کو مار رہا ہے۔قتل کر رہا ہے۔بے دردی سے لاشوں تک کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈال رہا ہے۔

نونہالو! تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے ماحول میں آج کیسی شدید بو ہے! توبہ توبہ۔اس بو نے محبت کو بھگا دیا ہے۔اس بو نے احترام کو رخصت کر دیا ہے۔

میرے پیارے نونہالو! اب تم اٹھو! اور ایک دوسرے سے ایسی محبت کرو، اور ایسا بزرگوں کا احترام کرو کہ ماحول کی بو دور ہو جائے۔انسان انسان کا بھائی بن جائے۔بھڑکی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔انسانوں کو انسانوں کی طرح رہنا آ جائے۔ ☆

مسکراؤ بچو!

کرشن پرویز، بھارت

دیتا ہوں ایک میں بھی تم کو سُجھاؤ بچو!
پڑھنے میں اپنے دل کو ہر دم لگاؤ بچو!

اپنا ہر اک قدم تم ایسا اُٹھاؤ بچو!
اوروں سے ہٹ کے بھی کچھ کر کے دکھاؤ بچو!

دنیا میں کامیابی ملتی نہیں ہے یوں ہی
ٹی وی پہ وقت اپنا تم نہ گنواؤ بچو!

کب کھیلنا کہ پڑھنا ، بستر پہ کب ہے جانا
پابند وقت کا بھی خود کو بناؤ بچو!

اچھا جو کام ہوگا ، دنیا میں نام ہوگا
ماں باپ کی ، وطن کی عزت بڑھاؤ بچو!

رنج و اَلَم جہاں کے پرویزؔ چھو نہ پائیں
تم زندگی میں ہر دم بس مسکراؤ بچو!

ایک قدیم کلاسیکی داستان آرائشِ محفل یا قصہ حاتم طائی (دوسرا ٹکڑا)

ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے

داستان: حیدر بخش حیدری - خلاصہ: سید علی اسد

حاتم اللہ پر بھروسا کیے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا ہرنی کو پکڑنے ہی والا ہے۔ حاتم نے بھیڑیے کو للکارا: ''اے نابکار! خبردار، یہ غریب بچوں والی ہے۔''

بھیڑیا یہ سن کر ڈرا اور بولا: ''شاید تم حاتم ہو، جو ایسے وقت میں اس کے آڑے آ گئے؟''

حاتم بولا: ''تُو نے یہ کیسے جانا؟''

بھیڑیا بولا: ''میں نے تیری ہمت اور شفقت سے پہچانا، مگر تُو نے میرا شکار کیوں چھڑوا دیا؟ گوشت تو میری خوراک ہے۔''

حاتم نے کہا: ''بہتر ہے میرے بدن کا گوشت کاٹ کر کھا لے اور چلا جا۔'' یہ کہہ کر حاتم نے خنجر نکالا اور اپنے جسم کا ایک لوتھڑا کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا۔ اس نے سیر ہو کر کھایا اور کہنے لگا: ''اے حاتم! ایسی کیا مصیبت پڑی کہ تُو نے یمن کو چھوڑا؟''

اس پر حاتم نے اسے منیر شامی اور حسن بانو کا قصہ سنایا اور کہنے لگا کہ ہر چند کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی جگہ ہے اور وہ کون ہے اور اس نے کیا دیکھا ہے، جس کے دیکھنے کی اسے آرزو ہے، پھر بھی میں اللہ کے بھروسے پر چل پڑا ہوں۔ یہ سن کر بھیڑیا بولا کہ میں اس جگہ کو جانتا ہوں۔ ایک بزرگ سے سنا ہے کہ اس کا نام ''دشتِ ہویدا'' ہے۔

حاتم نے پوچھا: ''وہ کہاں ہے؟''

بھیڑیا بولا: ''تھوڑی دور جا کر دو راستے ملیں گے۔ داہنے راستے پر ہو لینا۔ یقین ہے کہ وہاں پہنچ جاؤ گے۔''

یہ کہہ کر بھیڑیا رخصت ہوا اور ہرنی حاتم کو دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ حاتم دو چار قدم چلا تھا کہ درد کے باعث ایک درخت کے نیچے گر کر تڑپنے لگا۔ وہاں ایک گیدڑ کا غار تھا۔ گیدڑ اپنی مادہ سمیت

کہیں گیا ہوا تھا۔ جب وہ آیا اور حاتم کو دیکھا تو اس کی مادہ نے کہا کہ اس گھر کو اب چھوڑ دینا چاہیے، کیوں کہ یہ آدم زاد یہاں آ گیا ہے۔

گیدڑ بولا: ''شاید یہ حاتم ہے اور دشت ہویدا کی جانب جاتا ہے۔''

مادہ بولی: ''تجھے یہ کیسے معلوم ہو گیا؟''

اس نے کہا: ''میں نے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ فلاں تاریخ کو اس جگہ سے حاتم کا گزر ہوگا۔ سو وہ تاریخ یہی ہے۔''

مادہ نے حاتم کے حالات دریافت کیے تو گیدڑ نے اسے حاتم کی سخاوت اور قربانی کی داستان سنائی۔ حاتم کی خوبیاں سن کر مادہ بولی: ''یہ تو اتنا زخمی ہے، بھلا اتنی دور کیسے جا سکے گا؟''

گیدڑ نے کہا: ''اگر پری رو کا بھیجا اس کے زخم پر لگے تو فوراً اچھا ہو جائے گا، مگر یہ بہت مشکل ہے، کیوں کہ وہ جانور دشت ماژندران میں ہے۔ جسم اس کا مور کی مانند ہے اور سر آدمی کا سا۔''

اس پر مادہ بولی: ''کون اس کا سر کاٹ کر لائے گا؟''

گیدڑ بولا: ''اگر تو سات روز تک حاتم کی خبر گیری کرتی رہے تو میں اس جانور کا سر کاٹ کر لاؤں۔'' چناں چہ گیدڑ روانہ ہو گیا۔ جب وہ دشت ماژندران میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ جانور ایک درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ نزدیک جا کر اس نے اس کا سر اس زور سے کھینچا کہ بدن سے جدا ہو گیا۔ اس کو لیے ہوئے واپس آ گیا۔ مادہ نے پری رو کا سر توڑا اور مغز لا کر حاتم کے زخم پر لگا دیا۔ زخم فوراً اچھا ہو گیا۔ حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے تو مجھ سے بھی کچھ کام لو۔ گیدڑ بولا کہ اس جنگل کے قریب بجو رہتے ہیں اور ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ اگر تو ہمارے سر سے یہ بلا ٹال دے تو تیرا بڑا احسان ہوگا۔ حاتم نے کہا کہ مجھے ان کی جگہ بتا دو۔ چناں چہ گیدڑ حاتم کو لے کر چلا اور دور سے اس جگہ کو دکھا کر جھاڑی میں چھپ گیا۔ حاتم آگے گیا اور اس جگہ کو خالی پا کر بیٹھ گیا۔ اتنے بجو کا میں ایک جوڑا آیا۔ حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے: ''اے شخص! یہ تیری جگہ نہیں۔ فوراً چلا جا، نہیں تو تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔''

حاتم نے کہا: ''اے حیوانو! یہ کیا ناانصافی ہے جو گیدڑ کے بچوں کو مارتے ہو؟''

یہ سن کے وہ اور بھی غصہ دکھانے لگے۔

حاتم نے کہا: ''قسم ہے خدائے عظیم کی، جس نے سارے جہانوں کو پیدا کیا۔تم گیدڑ کے بچوں سے باز آ جاؤ۔وہ کریم کارساز ہے۔تم کو رزق پہنچا دے گا۔''

وہ بولے کہ ہم تو تجھے بھی سلامت نہ جانے دیں گے۔ یہ سن کر حاتم سمجھ گیا کہ یہ کم بخت نہیں مانیں گے۔ چناں چہ اس نے لپک کر دونوں کی گردنیں پکڑ لیں اور زمین پر دے مارا۔قریب تھا کہ ان کو مار ڈالتا، مگر پھر اسے رحم آ گیا۔ چوں کہ سزا تو کچھ نہ کچھ دینا تھی، اس لیے خنجر کی موٹھ سے ان کے دانت توڑ دیے اور پھل سے ناخن کاٹ ڈالے۔ پھر دعا کی کہ الٰہی! ان حیوانوں کا درد دور کر۔

یہ دعا اس کی قبول ہوئی اور دونوں کا درد جاتا رہا۔ وہ رو رو کر کہنے لگے کہ اب ہم کو رزق کیوں کر ملے گا؟ حاتم نے کہا کہ پریشان نہ ہو۔ اللہ رازق ہے۔ اتنے میں وہ گیدڑ سامنے آ کر بولا: ''آپ خاطر جمع رکھیں۔ آج سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمے ہوا۔''

یہ سن کر حاتم رخصت ہونے لگا۔ اتنے میں گیدڑ کی مادہ نے اپنے نر سے کہا: ''یہ بات مروت کے خلاف ہے کہ حاتم تنہا دشت ہویدا کو جائے اور تُو اس کا ساتھ نہ دے۔''

حاتم نے کہا: ''اے حیوان! میں تیرے ایک احسان سے گردن نہیں اُٹھا سکتا، اب دوسرا بوجھ کیوں کر لوں۔ اگر تُو ساتھ ہی دینا چاہتا ہے تو اتنا کر کہ مجھے راہ راست بتلا دے۔''

تب گیدڑ نے حاتم سے کہا: ''جو راستہ نزدیک کا ہے، اس میں بہت سی آفتیں ہیں۔ دوسری راہ دور دراز ہے، مگر اس میں اس قدر خطرہ نہیں۔'' حاتم نے کہا کہ خدا مشکلیں مجھ پر آسان کر دے گا۔ تب گیدڑ نے کہا کہ جو راہ آگے آتی ہے، وہی نزدیک ہے۔ چناں چہ حاتم اس سے رخصت ہو کر آگے چلا۔

ایک مدت کے بعد ایک چوراہا دکھائی دیا۔ حاتم وہاں سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں۔ اس جنگل میں خرس (ریچھ) بادشاہت کرتا تھا۔ تمام ریچھ ہی ریچھ رہتے تھے۔ اتفاقاً سو دو سو ریچھ اس جگہ سیر

کرنے آ گئے۔ حاتم کو جو دیکھا تو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور بولا: ''آؤ ہمارے پاس بیٹھو اور اپنا حال احوال کہو کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور ہمیں یوں لگتا ہے کہ شاید تم یمن کے بادشاہ حاتم ہو۔''

حاتم نے کہا: ''تم سچ کہتے ہو۔ میں حاتم طائی ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''تمھارے آنے سے بہت خوش ہوں۔ اب تمھیں اپنی بیٹی سے بیاہوں گا، کیوں کہ اس جنگل میں میری دامادی کے لائق کوئی نہیں۔''

یہ سن کر حاتم سوچ میں پڑ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تُو جواب کیوں نہیں دیتا؟

حاتم نے کہا: ''میں انسان اور تُو حیوان، میرا تیرا رشتہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

''اے حاتم! میری لڑکی تیری ہی ذات سے ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے دو چار ریچھوں سے کہا کہ لڑکی کو عروسی کپڑے پہنا کر حجرے میں بٹھاؤ۔ پھر حاتم کو بھی وہاں لے گئے۔ اس نے جو اس پری پیکر کو دیکھا تو متعجب ہو کر بادشاہ کے پاس آیا اور بولا:

''اے خرس! تُو بادشاہ ہے اور میں فقیر، اگر میں شاہ زادی کو اپنی بیوی بناؤں تو یہ ترکِ ادب ہوگا۔''

اس نے کہا: ''حیل و حجت چھوڑو۔ تم بھی یمن کے شاہ زادے ہو۔''

حاتم بڑا فکر مند ہوا کہ کس بلا میں پڑا۔ میں اپنے شہر سے ایک کام کے واسطے نکلا ہوں، اگر یہاں بیاہ کر کے رنگ رلیاں مناؤں تو وہاں منیر شامی انتظار کرتے کرتے مر جائے گا۔

بادشاہ خرس نے جو حاتم کو سر بہ زانو دیکھا تو کہا: ''اے خوش رو جوان! اگر قبول نہ کرے گا تو قیامت تک قید رہے گا۔''

جب حاتم خاموش ہی رہا تو خرس نے غضب ناک ہو کر اسے ایک غار میں ڈلوا دیا اور غار کے منھ پر ایک پتھر رکھوا دیا۔ سات دن کے بعد خرس بادشاہ نے اسے نکلوایا اور پاس بٹھلا کر سمجھایا کہ اے حاتم! میری لڑکی کو قبول کر۔ وہ پھر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ تب اس نے ایک خوان میوے کا منگوا کر حاتم کے

سامنے رکھا۔ بھوکا تو تھا ہی بے اختیار کھانے لگا۔ جب کھا چکا تو بادشاہ خرس نے کہا: ''اے جوان! اس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا۔''

حاتم نے کہا: ''یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ انسان کو حیوان سے کیا نسبت؟'' چناں چہ خرس بادشاہ نے پھر ریچھوں سے کہا کہ حاتم کو پھر اسی غار میں ڈال دو۔ لہٰذا حاتم کو پھر غار میں ڈال دیا گیا۔ وہ کئی دن تک کچھ کھائے پیے بغیر قید رہا۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ حاتم! کیوں اپنی جان گنواتا ہے، جب تک اس لڑکی کو قبول نہ کرے گا، اس قید سے نہ چھوٹے گا۔

حاتم نے کہا: ''اے بزرگ! اگر میں نکاح کروں، تب بھی وہ مجھے یہاں سے کب جانے دے گا؟''

بزرگ نے کہا: ''اس کی بیٹی کو راضی کر لے، وہ تجھے رخصت دلوا دے گی۔''

یہ خواب دیکھ کر حاتم چونک پڑا۔ اتنے میں پھر بادشاہ خرس نے اس کو بلوایا اور کہا کہ تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ میری لڑکی کو قبول کر۔ حاتم نے مجبوراً یہ بات مان لی، یہ شرط رکھی کہ کوئی ریچھ میرے گھر میں نہ آئے۔ بادشاہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حاصل کلام حاتم کو اس لڑکی سے بیاہ دیا گیا۔

جب تین مہینے گزر گئے، تب ایک دن حاتم نے اپنی اہلیہ سے کہا: ''اے جانِ من! میں ایک کام کے واسطے گھر سے نکلا تھا۔ تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ تیرے ساتھ کر دیا۔ اگر چند روز کے لیے اپنے باپ سے رخصت دلوا دے تو بڑی مہربانی ہوگی۔''

وہ یہ سن کر اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان! وہ اس طرح کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر تُو راضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چناں چہ حاتم کو رخصت کیا گیا۔ چلتے وقت اس لڑکی نے ایک مہرہ حاتم کی پگڑی میں باندھ دیا اور کہا کہ یہ اکثر تیرے کام آئے گا۔ غرض وہ رخصت ہو کر آگے چلا۔ چند روز بعد وہ ایک ایسے ریگستان میں جا پڑا جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی، مگر شام کو ایک بزرگ نقاب منھ پر ڈالے دو روٹیاں، ایک آب خورہ پانی کا دے جاتا۔ وہ اسے کھا پی لیتا اور رات دن منزلیں طے کیا کرتا۔

ایک دن ایک پہاڑ سا اژدہا نظر آیا۔ حاتم اس کو دیکھ کر گھبرایا، لیکن آگے بڑھتا رہا۔ جوں ہی اس کے پاس پہنچا، وہیں اژدہے نے سانس کھینچا، حاتم نے اپنے آپ کو سنبھالا، مگر سنبھل نہ سکا اور سیدھا اس کے منھ میں چلا گیا۔ حاتم نے جب خود کو اس کے پیٹ میں پایا تو حضرت ایوبؑ کی مصیبتیں یاد کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ اللہ میری بھی مشکل آسان کر دے گا۔ غرض تین دن تک وہ اس کے پیٹ میں رہا اور اِدھر اُدھر راستہ ڈھونڈھتا رہا۔ راہ تو کہیں نہ پائی، مگر گندگی سے لتھڑ گیا۔ سانپ کے زہر کا اثر اس لیے نہ ہوا کہ اس کی پگڑی میں وہ مہرہ بندھا ہوا تھا جو اس کی بیوی نے دیا تھا۔ یہ مہرہ جس کے پاس رہے، نہ وہ آگ میں جلے، نہ پانی میں ڈوبے، نہ زہر اس پر اثر کرے۔ تین روز کے بعد وہ اژدہا گھبرایا اور سوچنے لگا کہ یہ بلا میں نے کیا کھائی جو ہضم نہیں ہوتی اور پیٹ میں دوڑتی پھرتی ہے۔ حاتم اس کے پیٹ میں چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا اور اس کی انتڑیوں کو پاؤں سے روندتا رہتا تھا۔ آخر اژدہے نے قے کر دی۔ حاتم باہر نکل پڑا اور ریت پر کھڑے ہو کر کپڑے سکھانے لگا۔ پھر آگے بڑھا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک تالاب نظر آیا۔ اس کے کنارے پر جا کر بیٹھا اور کپڑے دھونے لگا۔ اتنے میں ایک مچھلی پانی سے نکلی۔ نیچے کا دھڑ اس کا مچھلی کا تھا اور سر سے ناف تک آدمی کا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا کہ مچھلی اس کا ہاتھ پکڑ کر تالاب میں لے گئی اور اپنے مکان میں ایک صاف ستھرے بچھونے پر بٹھلایا۔ پھر سراپا ایک نازنین بن کر حاتم سے محبت کی باتیں کرنے لگی۔

حاتم نے کہا: ”میں ایک کام کے واسطے گھر چھوڑ کر یہاں تک آیا ہوں۔ میں یہاں تمھارے ساتھ صرف اس شرط پر رہنے کو تیار ہوں کہ تم مجھے تین دن بعد وہاں پہنچا دو گی، جہاں سے لائی ہو۔“

حاتم نے یہ بات مان لی۔ چناں چہ حاتم تین روز تک وہاں رہا۔ اس کے بعد حاتم نے کہا کہ اب تُو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ اس کا ہاتھ پکڑا کر پانی میں غوطہ مارا اور کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر کہنے لگی: ”اے جوان رعنا! تُو مجھ سے جدا کیوں ہوتا ہے؟“

حاتم نے کہا: ”مجھے ایک بہت ہی ضروری کام ہے، ورنہ میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔“

یہ سن کر وہ چلی گئی۔ حاتم نے کپڑے دھو کر سکھائے اور راستہ پکڑا۔

بعد ایک مدت کے ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا کہ جس پر ہزاروں درخت طرح طرح کے میووں سے لدے کوسوں تک لہلہاتے تھے اور سینکڑوں عالی شان مکان تھے۔ یہ تھکا ماندہ تو تھا ہی، وہاں جاتے ہی سو رہا۔ اتنے میں مکان کا مالک آ پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک خوب صورت جوان غافل سوتا ہے۔ نزدیک آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد حاتم بیدار ہوا تو ایک شخص پاس بیٹھا نظر آیا۔ حاتم نے اُٹھ کر سلام کیا۔ اس شخص نے پوچھا: ''تُو کون ہے اور کہاں جائے گا؟''

حاتم نے کہا: ''میں دشتِ ہویدا کو جاؤں گا۔''

اس نے کہا: ''کیوں جان گنواتا ہے؟''

حاتم نے اسے منیر شامی کا سارا قصہ سنایا اور کہا کہ یہ ساری مصیبت میں نے اسی کی خاطر مول لی ہے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: ''معلوم ہوا کہ تُو حاتم طائی ہے، کیوں کہ اس کے سوا کون ہے جو غیر کے واسطے آپ آفت میں پڑے۔ خیر، اللہ رحیم و کریم ہے، لیکن آج تک کوئی دشتِ ہویدا سے واپس نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو آپے میں نہیں رہا۔ میری یہ نصیحت یاد رکھ، جس وقت تُو اس دشتِ ہویدا کے قریب پہنچے گا تو تجھے ظلمات میں لے جائیں گے تو چپکا چلا جانا اور جو پری پیکر تیری طرف مائل ہو تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہ کرنا۔ پھر ایک ایسی نازنین آئے گی جسے دیکھتے ہی تیرا دل ہاتھ سے جاتا رہے گا، مگر خدا کے واسطے! استقلال نہ چھوڑنا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جوں ہی تیرا ہاتھ پکڑے گی تو دشت ہویدا میں جا پہنچے گا۔''

یہ لوگ اس گفتگو میں تھے کہ ایک نوجوان دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے لے کر غیب سے پیدا ہوا اور ان کے آگے رکھ دیے۔ دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور سجدۂ شکر ادا کر کے وہ رات کاٹی۔ صبح حاتم اس سے رخصت ہو کر جنگل کی طرف چل پڑا۔

کچھ دنوں بعد ایک تالاب پر پہنچا۔ اس کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگا۔ اتنے میں ایک حسین عورت پانی سے نکلی اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر پھر اسی تالاب میں غوطہ مار کر چلی گئی۔ جوں ہی حاتم کا پاؤں زمین پر پہنچا، آنکھ کھول کر دیکھا تو اپنے آپ کو اس نازنین کے باغ میں پایا۔ حاتم ہکا بکا رہ گیا اور وہ اس

کا ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف چلی گئی۔ حاتم سیر کرتا ہوا اِدھر اُدھر کا تماشا دیکھتا پھرتا تھا کہ ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر غول باندھے آ گئیں اور حاتم کو زبردستی کھینچنے لگیں۔

حاتم نے کسی کو سر اُٹھا کر نہ دیکھا، کیوں کہ اسے اس مرد کی نصیحت یاد تھی۔ وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے استقلال کا پاؤں ڈگمگا جائے۔ خبردار رہ کہ ظلمات یہی ہے۔ آخر وہ اسے ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو لعل و یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ لاکھوں تصویریں اس میں لگی ہوئی تھیں اور ایک مرصع تخت ایک دالان میں بچھا ہوا تھا۔ جب وہ اس تخت کے پاس پہنچا، وہ سب کی سب پریاں تصویر بن کر دیوار پر نقش ہو گئیں اور ہزاروں پریاں اس محل کی دیوار سے نکلیں۔ وہ حیرت سے دیکھتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ الٰہی! یہ کیا حکمت ہے، یہ کہاں سے آئیں اور وہ کیوں کر نقشِ دیوار ہو گئیں؟ وہ اس تخت کے پاس تو کھڑا ہی تھا، اپنے دل میں کہنے لگا کہ جب تُو یہاں تک پہنچا ہے تو پھر تخت پر بھی بیٹھ۔

یہ سوچ کر جوں ہی اس نے تخت پر پاؤں رکھا، اس میں سے تڑاق کی ایک آواز آئی۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید اس کا پایہ ٹوٹ گیا۔ نیچے جھانکنے لگا تو تخت جوں کا توں پایا۔ پھر اس پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنا تھا کہ پھر وہی آواز آئی اور اسی کے ساتھ وہ نازنین جو سب سے زیادہ خوب صورت تھی، وہ نقش دیوار کی شکل کو چھوڑ کر حاتم کے پاس چلی آئی۔ حاتم اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی! یہ تو ابھی بطور تصویر کے تھی، پھر کیوں کر اس طرح منہ پر نقاب ڈالے تخت کے آگے آ کھڑی ہوئی ہے؟ بے قرار ہو کر چاہتا تھا کہ اس کا گھونگٹ کھولے کہ نصیحت اس مرد کی یاد آ گئی اور فوراً سنبھل گیا۔

غرض وہ اسی آرزو میں تین رات تین دن اس مرصع تخت پر بیٹھا رہا۔ جب رات ہوتی تھی تو ہر مکان میں کافور کی شمعیں خود بہ خود روشن ہو جاتی تھیں اور ہر سمت سے گانے بجانے کی آوازیں آتی تھیں۔ جو صورتیں نقشِ دیوار تھیں، وہ مجسم ہو کر ناچتی تھیں، مسکراتی تھیں۔ حاتم کے سامنے طرح طرح کے میوے بھی رکھے تھے۔ ہر چند وہ کھاتا تھا، مگر پیٹ نہ بھرتا تھا۔ حیران ہو کر کہتا تھا کہ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ اس طرح سے تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز اس کے جی میں آیا کہ اگر تمام عمر بھی یہاں رہوں گا تو اس میوے سے سیری نہ

ہوگی اور پھر منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ کر آیا ہوں، اگر اس کو کچھ ہو گیا تو اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ یہ سوچ کر اس نازنین کا ہاتھ پکڑا۔ وہیں ایک اور نازنین اس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اس نے ایسی ماری کہ حاتم کہیں کا کہیں جا پڑا اور وہاں سر اُٹھا کر جو دیکھا تو وہ نازنین پری تھی، نہ وہ تخت اور نہ وہ باغ دکھائی دیا، مگر ایک جنگل ایسا لق ودق کہ جس کا اور نہ چھور۔ تب اسے معلوم ہوا کہ دشتِ ہویدا یہی ہے، لہٰذا وہ شخص بھی یہیں ہوگا کہ جو کہتا ہے: ''ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے۔'' پس اب اسے ڈھونڈیے۔

اسی خیال میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا کہ اتنے میں آواز آئی: ''ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے۔''

اسی صورت سے دن کے وقت تین مرتبہ وہ آواز سات روز تک متواتر آیا کرتی، مگر جب آٹھویں روز شام کے وقت وہ صدا اس کے کانوں میں پڑی، تب یہ اس طرف دوڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک سفید داڑھی والا فقیر زمین پر بیٹھا ہے۔ یہ اس کے آگے گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دے کر کہا: ''اے جوان خوش رو! کہاں سے آیا ہے تُو اور اس جنگل میں کیا کام ہے؟''

حاتم نے کہا: ''میں اسی بات کی تلاش میں اپنے شہر سے نکلا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جس کے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو؟''

اس نے کہا: ''بیٹھو، میں بتاؤں گا۔'' حاتم بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی تو دو رٹیاں اور دو آب خورے پانی کے ان کے آگے آرہے۔ دونوں نے روٹیاں کھائیں۔ پانی پیا۔ جب کھا پی چکے تو اس نے کہا کہ اے شہر غریب کے مسافر! میں ایک دن سیر کرتا ہوا ایک تالاب پر جا نکلا۔ اس کے کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک خوب صورت عورت اس تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس میں لے گئی۔ تہ پر پہنچ کر آنکھ کھول کر دیکھا تو عجیب وغریب باغ نظر پڑا۔ بہت سی خوب صورت عورتیں ہر طرف سے نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مرصع تخت کے پاس لے گئیں۔ میں اس پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ ایک لڑکی منھ پر نقاب ڈالے اس تخت کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ اسے دیکھتے ہی میں غش کھا گیا اور دل میرا ہاتھ سے جاتا رہا۔ بے قرار ہو کر جو نقاب اُٹھا کے اس کا مکھڑا دیکھا تو عجب حسنِ خداداد دکھائی دیا۔ ایک حسین عورت تخت کے نیچے سے

نکلی اور ایک لات ایسی ماری کہ میں اس ویران جنگل میں آپڑا۔ اسی دن سے اب سوائے رونے دھونے کے کچھ کام نہیں۔ چاہتا ہوں کہ اسے بھلا دوں، مگر یہ نہیں کر پاتا۔ یہ کہہ کر اس نے ایک نعرہ مارا اور بگولے کی طرح جنگل میں دوڑنے لگا اور یہی کہنے لگا: ''ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے۔''

حاتم نے کہا: ''تُو میرے ساتھ آ۔ وہ جگہ میں تجھ کو دکھاؤں گا۔'' چناں چہ وہ حاتم کے ساتھ ہو لیا۔ چند روز کے بعد دونوں ایک درخت کے نیچے پہنچے جو اس تالاب کے قریب تھا۔ حاتم نے کہا: ''اگر اس لڑکی کو ہمیشہ دیکھنا چاہتا ہے تو کبھی اس کا ہاتھ نہ پکڑنا اور نقاب ہرگز نہ الٹنا۔ وہ تمام عمر تیرے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی اور اگر اس کا ہاتھ پکڑے گا تو پھر اسی جنگل میں چلا جائے گا۔ میں جو اس جگہ آیا ہوں تو ایک بزرگ کی دست گیری سے، ورنہ میں اس جگہ کیوں کر آتا؟ بس اب تُو جا۔ آگے وہی تالاب ہے۔'' یہ سنتے ہی وہ تالاب پر پہنچا کہ اتنے میں ایک عورت اس پانی سے نکلی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اس میں لے گئی۔

حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ایک مدت بعد کے بعد مصیبتیں اُٹھاتا اس فقیر کے پاس آیا اور اس سے مل کر وہاں سے پھر روانہ ہوا۔ پھر اس مچھلی کے گھر پہنچا اور ایک مہینے اس کے پاس رہا۔ پھر وہاں سے ریچھوں کے جنگل میں گیا اور ریچھ کی لڑکی سے ملاقات کی۔ پھر اس سے جدا ہو کر دونوں گیدڑوں کے پاس آیا۔ ان کو دیکھ کر چند روز میں شاہ آباد جا پہنچا۔

حسن بانو کے آدمی ہاتھوں ہاتھ اس کو حویلی تک لے گئے۔ حسن بانو نے سنتے ہی اسے بلوالیا اور پردے کے پاس بٹھلا کر پوچھا: ''کیا خبر لائے ہو؟''

حاتم نے کہا: ''ایک بوڑھا مرد ظلمات کے اس جنگل میں آپڑا تھا اور پکارتا تھا کہ ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے۔ پھر میں نے اس کو بحرِ ظلمات میں پہنچا دیا۔ اب وہ آواز اس جنگل سے نہیں آتی۔''

اس احوال کو سن کر حسن بانو اور اس کی دائی نے حاتم کی ہمت اور محنت کی تعریف کی۔

پھر حاتم نے کہا: ''اب دوسری شرط بیان کر کہ میں اس کی بھی کوشش کروں۔''

حسن بانو نے مہربانی سے کہا: ''اے حاتم! تو بہت دکھ سہہ کر آیا ہے، ذرا دم لے۔ چند روز آرام کر۔''

حاتم نے کہا: ''آرام تو مجھے اس روز ہوگا جس روز اللہ کے فضل سے تیرے ساتوں سوال پورے کر دوں گا۔''

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور سرائے میں جا کر منیر شامی کے پاس رہا۔ تمام ماجرا اس کے سامنے ظاہر کیا۔ پھر نویں دن حسن بانو سے کہا کہ تیرا دوسرا سوال کیا ہے؟ خدا کے واسطے جلد کہہ!

(آئندہ ٹکڑا نومبر ۲۰۱۰ء کے شمارے میں پڑھیے)

دعوۃ اکیڈمی کا اعلان

دعوۃ اکیڈمی (بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد) کے شعبہ ''بچوں کا ادب'' کی جانب سے ہر سال پاکستان بھر سے شائع ہونے والے بچوں کے رسائل کو کسی اہم موضوع پر خاص نمبر شائع کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس بار نئی نسل میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اُجاگر کرنے کے لیے دسمبر ۲۰۱۰ء میں بچوں کے رسائل میں کہانیوں، مضامین اور نظموں کے ذریعے سے عشقِ رسولؐ سے مزّین ''پیارے نبیؐ نمبر'' شائع کروایا جا رہا ہے۔

انعامات کی درجہ بندی حسب سابق ہے، یعنی:

صنف	اول انعام	دوسرا انعام	تیسرا انعام
بہترین مدیر	۱۰,۰۰۰	۷,۰۰۰	۵,۰۰۰
بہترین کہانی	۳,۰۰۰	۲,۰۰۰	۱,۰۰۰
بہترین نظم	۳,۰۰۰	۲,۰۰۰	۱,۰۰۰
بہترین مضمون	۳,۰۰۰	۲,۰۰۰	۱,۰۰۰
بہترین سرورق	۳,۰۰۰	۲,۰۰۰	۱,۰۰۰

شرائط و ضوابط:

۱۔ مقابلے میں وہ رسائل شرکت کے اہل ہوں گے جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔

۲۔ یہ خاص نمبر دسمبر ۲۰۱۰ء میں شائع کیا جائے۔

۳۔ خاص نمبر کی دس کاپیاں شعبہ بچوں کا ادب، دعوۃ اکیڈمی کو ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء تک موصول ہو جانی چاہییں۔

۴۔ رسائل کی جانچ پڑتال دو رکنی جیوری کرے گی۔ جیوری کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

بیت بازی

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک

شاعر: علامہ اقبال — پسند: جویریہ فلاح الدین قریشی، شہداد پور

سنگِ گراں ہیں راہ میں لاکھوں تو کیا ہوا؟
منزل چھپی ہوئی تو میرے حوصلوں میں ہے

شاعرہ: عبدالحمید عدم — پسند: صفیہ وہاب انصاری، کراچی

نئی صبح پر نظر ہے، مگر آہ! یہ بھی ڈر ہے
یہ سحر بھی رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہنچے

شاعر: شکیل بدایونی — پسند: حبیب احمد، دوڑ

کل ماتم بے قیمت ہوگا، آج ان کی توقیر کرو
دیکھو خونِ جگر سے کیا کیا لکھتے ہیں افسانے لوگ

شاعر: عبیداللہ علیم — پسند: تحریم خان، اسلام آباد

شیشہ ٹوٹے، غُل مچ جائے
دل ٹوٹے، آواز نہ آئے

شاعر: حفیظ میرٹھی — پسند: عارف کریم، سکھر

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

شاعر: ثاقب لکھنوی — پسند: افضل محمود، لاہور

آرزو کافی نہیں منزل کو پانے کے لیے
جستجو بھی چاہیے طوفاں پہ چھانے کے لیے

شاعر: ساقی جاوید — پسند: رداء زینب نظام شیخ، حیدر آباد

اتنے سکوں کے دن کبھی دیکھے نہ تھے فرازؔ
آسودگی نے مجھ کو پریشان کر دیا

شاعر: احمد فراز — پسند: محمد حسین، کراچی

بہر صورت اُجالوں کا عَلَم اونچا کیے رکھنا
ہوا بے شک بپھر جائے، منڈیروں پر دیے رکھنا

شاعر: اظہر ادیب — پسند: عمر مجاہد برکاتی، کراچی

ہم زمیں سے پیار کرتے دیکھتے رہ جائیں گے
لوگ دھرتی بیچ کر بھی معتبر کہلائیں گے

شاعر: قاسم رحمان — پسند: سیدہ ناجیہ وسیم، کراچی

ہمیشہ مل کے رہنے کے نتیجے نیک ہوتے ہیں
وہیں کچھ لطف آتا ہے جہاں دل ایک ہوتے ہیں

شاعر: منور سلطانہ لکھنوی — پسند: زلیخا بانو کھتری اٹاری والے، کراچی

بارود ہی کے ڈھیر پہ بیٹھے ہوئے تھے لوگ
میں امن و آشتی کی فضا ڈھونڈتا رہا

شاعر: شاعر صدیقی — پسند: ارسلان ریاض، کراچی

ان پہ ڈھاؤ نہ ستم کوئی بھی، معصوم ہیں یہ
ہنستے بچوں کو رلاتے ہو، یہ کیا کرتے ہو

شاعر: نازاں جمشید پوری (انڈیا) — پسند: نجیب عارف، وہاڑی

گھروں پہ ٹوٹ پڑے ہیں گھروں کے رکھوالے
نہ پوچھ کس طرح برباد گھر ہمارے ہوئے

شاعر: یوسف جمیل — پسند: غیور احمد، ملتان

پاکستان سے محبت کرو- پاکستان کی تعمیر کرو

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور........رپورٹ، سید علی بخاری

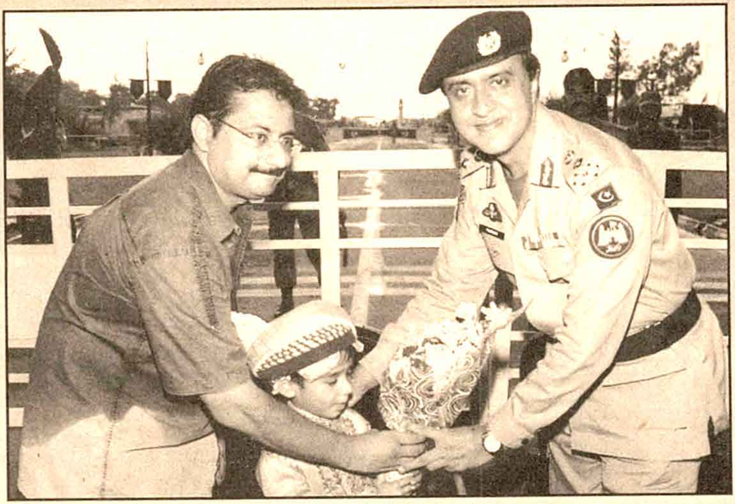

پاک انڈیا واہگہ بارڈر پر بریگیڈیئر فرخ جمال کو ایک نونہال گل دستہ پیش کر رہا ہے۔ جناب سید علی بخاری بھی موجود ہیں۔

۴ جنوری ۱۹۹۵ء کو بزمِ ہمدرد نونہال لاہور میں شہید حکیم محمد سعید نے فرمایا تھا: ''پاکستان ۲۷ رمضان المبارک کو قائم ہوا۔ اُس روز جمعہ بھی تھا اور جمعتہ الوداع بھی۔ وہ دن جب قرآن کریم کی پہلی آیت نازل ہوئی تھی۔ پاکستان سورۃ الرحمٰن کی تفسیر بھی ہے۔ نونہالو! تم کو کل ملک و قوم کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ لہٰذا ہمیشہ سچ بولنا، سچ لکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قلم کی قسم کھائی ہے۔ اس طرح قلم مبارک ہوگیا، متبرک ہوگیا، مقدس ہوگیا، اس لیے سچ بولنا، سچ لکھنا چاہیے۔ یاد رکھنا کہ محبِ وطن رہنما ہمیشہ دیانت دار ہوتے ہیں، صداقت پسند ہوتے ہیں، پاکستان دوست ہوتے ہیں، وطن کی

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں شریک نونہال قومی ترانہ پڑھ رہے ہیں

آزادی کی حفاظت کرتے ہیں، اچھے انسان ہوتے ہیں۔ دیانت، صداقت، امانت، پاکستان سے محبت، پاکستان کی ترقی، پاکستان کی تعمیر، اُس کی عظمت، اُس کی رفعت کے لیے کام سرانجام دینا ہے۔ نونہالو! پاکستان کی تعمیر کرو، پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اچھی سے اچھی تعلیم حاصل کرو۔ جو قومیں بلند اخلاق والی ہوتی ہیں، وہ زیادہ ترقی کرتی ہیں اور جو اپنا اخلاق کھودیتی ہیں، جیسا کہ ہم نے کھودیا، وہ قومیں پستی کی طرف چلی جاتی ہیں۔''

گزشتہ دنوں ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرِ اہتمام پاک انڈیا بارڈر واہگہ کے مقام پر نونہالوں کو اکھٹا کر کے ایک پُر جوش ولولہ انگیز بزم سجائی گئی، جہاں نونہال مقررین نے ''پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو'' کے موضوع پر پُر جوش تقریریں کیں۔

اس موقع پر مہمانِ خصوصی پاکستان رینجرز کے سیکٹر کمانڈر بریگیڈیئر فرخ جمال نے خطاب کیا اور نونہالوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اس کے بعد بزم کے نونہالان سبز پرچم کی پُر وقار تقریب رینجرز پریڈ میں شامل ہوئے۔ پاکستان زندہ باد، پاکستان پائندہ باد کے نعرے فضا میں گونجتے رہے۔ ☆

اعترافِ خدمات

سلیم فرخی

قوم اور ملک کے مستقبل کے لیے بچوں کا ادب جتنی اہمیت رکھتا ہے، اس کا اندازہ کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے۔ بچوں کے لیے لکھنا دراصل اپنے مستقبل کو محفوظ اور شان دار بنانا ہے۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے آج سے ۵۸ برس پہلے اس ضرورت کو محسوس کر کے ہمدرد نونہال جاری کیا تھا۔ محترمہ سعدیہ راشد بھی بچوں کے ادب کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتی ہیں۔ وہ ہمدرد نونہال کی اشاعت و ترقی میں پوری دل چسپی لیتی ہیں۔

ہمدرد نونہال ۵۸ سال سے محترم مسعود احمد برکاتی کی ادارت میں پوری پابندی اور باقاعدگی سے جاری ہے۔ یہ ایک نادر مثال ہے۔ نونہال ان کی تحریریں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ملک و ملت کے دانش منداور بہی خواہ بھی مسعود احمد برکاتی کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہیں۔

ماہ نامہ ''جنگل منگل'' بھی بچوں کا ایک معیاری رسالہ ہے اور ۵ سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالے کی ایک خصوصیت بڑے اور مشہور ادیبوں اور شاعروں کے خصوصی نمبر شائع کرنا ہے۔ جنگل منگل اب تک فیض احمد فیض نمبر اور کمال احمد رضوی نمبر شائع کر چکا ہے اور اب نونہالوں کے محبوب ادیب اور مدیر ''مسعود احمد برکاتی نمبر'' شائع کیا ہے۔ ۲۱۰ صفحات کے اس نمبر میں مسعود احمد برکاتی کی کہانیاں اور مضامین کا انتخاب شامل ہے۔ جنگل منگل کے مدیر علی حسن ساجد نے کئی مہینوں کی محنت سے برکاتی صاحب کی پچھلی ۲۵-۳۰ سال کی تحریروں سے انتخاب کیا ہے۔

اردو کے اہم اور نامور ادیبوں اور شاعروں نے برکاتی صاحب کی شخصیت اور خدمات کے بارے میں جو لکھا ہے، اُس کا انتخاب بھی شامل ہے۔ ان لکھنے والوں اور پیغامات بھیجنے والوں میں

جناب مشتاق احمد یوسفی، جناب مرزا ادیب مرحوم، جناب شان الحق حقی (نظم)، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی مرحوم، محترمہ سعدیہ راشد، جناب احمد ہمدانی، سید قاسم محمود مرحوم، جناب ڈاکٹر سید اسلم، محترمہ رئیس فاطمہ، ضیاء الحسن ضیا (نظم)، محمد انوار احمد (نظم) شامل ہیں۔

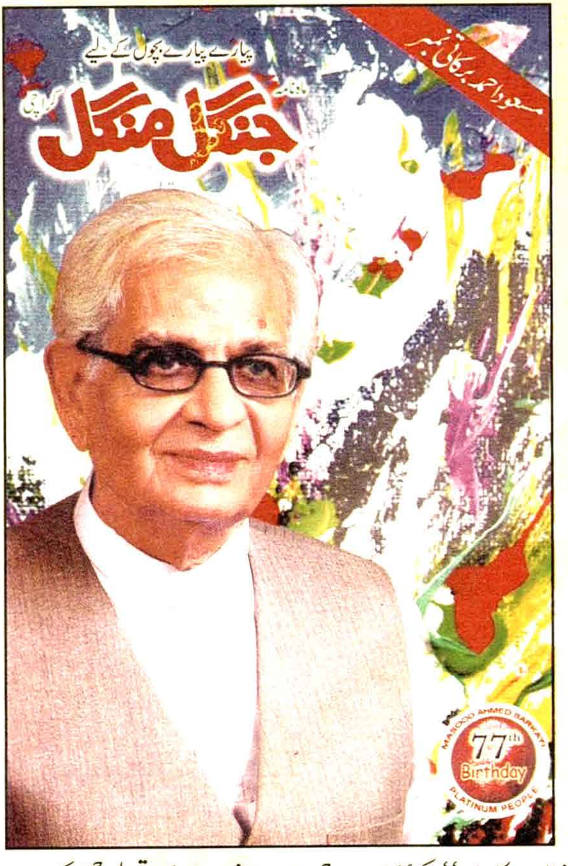

جنگل منگل کے اس خاص شمارے میں مسعود احمد برکاتی کی ۴۱ تحریریں شامل ہیں۔ ان میں ''انمول خیالات کا جادو'' کے عنوان سے حمیرا اسید نے وہ سنہری اقوال جمع کیے ہیں، جو جون ۱۹۹۱ء سے برکاتی صاحب کی پہلی بات کے آغاز میں ''اس مہینے کا خیال'' کے عنوان سے ہر ماہ شائع ہو رہے ہیں۔ ان خیالات سے بچے اور بڑے دونوں فیض اُٹھاتے ہیں۔

ہم علی حسن ساجد صاحب کو اس کام یاب نمبر کی اشاعت پر مبارک باد دیتے ہیں۔ ☆

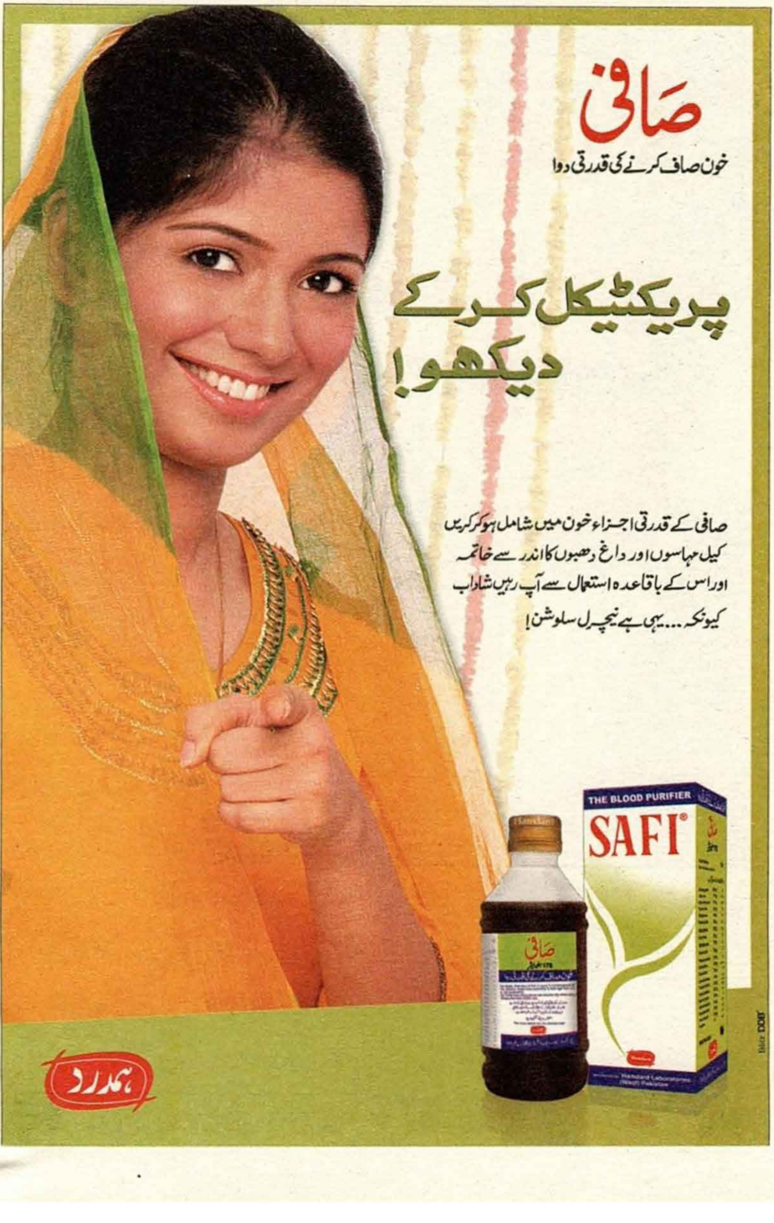
صافی
خون صاف کرنے کی قدرتی دوا
پریکٹیکل کرکے دیکھو!
صافی کے قدرتی اجزاء خون میں شامل ہوکر کریں
کیل مہاسوں اور داغ دھبوں کا اندر سے خاتمہ
اوراس کے باقاعدہ استعمال سے آپ رہیں شاداب
کیونکہ... یہی ہے نیچرل سلوشن!
THE BLOOD PURIFIER
SAFI®
ہمدرد

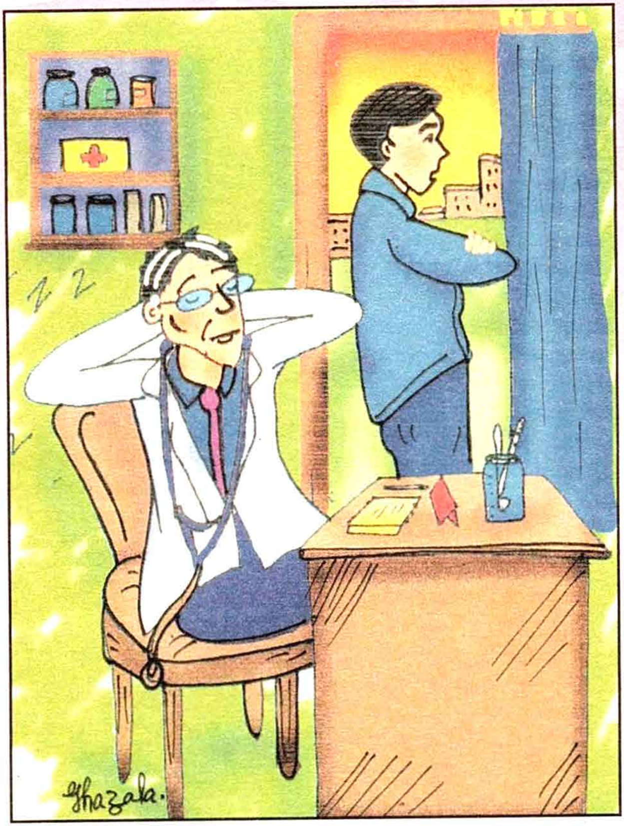

اصل مسیحا

نیما گل

''مشہور کلینک'' کے چاروں طرف خاموشی اور اندھیرے کا عالم تھا۔ اگر چہ یہ علاقے کا واحد کلینک تھا، مگر آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے یہاں مریضوں کی آمدورفت کم ہی رہتی تھی۔ یہاں کلینک بنواتے وقت غالباً ڈاکٹر افسر مراد آبادی کا خیال رہا ہوگا کہ علاقے کا واحد کلینک ہونے کی وجہ سے یہ خوب مشہور ہوگا، تب ہی انھوں نے کلینک کا نام ''مشہور'' رکھ دیا تھا، مگر افسوس، اب تک ان کا یہ ارمان پورا نہیں ہو سکا تھا۔

گھڑی اس وقت رات کے پونے گیارہ بجا رہی تھی۔ آج ڈاکٹر افسر مراد آبادی کو چھٹی کیے دوسرا دن تھا۔کل سے جو تھوڑے بہت مریض آئے تھے، وہ بھی ڈاکٹر افسر مراد آبادی کی غیر موجودگی کی خبر سن کر لوٹ گئے تھے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی غیر موجودگی میں، میں بھی کلینک بند کر کے گھر چلا جاتا، مگر ڈاکٹر صاحب کا حکم تھا کہ کلینک اپنے مقررہ وقت تک کھلا رکھوں اور بھولے بھٹکے آنے والے مریضوں کو اطلاع پہنچاؤں کہ ڈاکٹر صاحب کل ضرور آئیں گے، لہٰذا میں اپنا فریضہ نبھا رہا تھا، تاہم کل سے کوئی دو چار مریض ہی آئے تھے۔

مجھے خود ڈاکٹر بننے کا بہت ارمان تھا، مگر والد صاحب کے انتقال کے بعد جب گھر کا بوجھ مجھ پر آ پڑا تو میں نے میڈیکل تعلیم ادھوری چھوڑ کر نوکری کی تلاش شروع کر دی اور نوکری نہ ملنے کے باعث مجبوراً ڈاکٹر افسر مراد آبادی کے کلینک پر کمپاؤنڈر کی نوکری کر لی۔ ڈاکٹر افسر مراد آبادی پیشے سے ڈاکٹر، مگر مزاج کے شاعر تھے۔ اس کے ساتھ وہ نہایت کنجوس بھی تھے۔ پچھلے دو روز سے مسلسل میں اس اُمید پر کلینک کھول رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سے کچھ پیسے پیشگی لے کر چھوٹی بہن کے اسکول کی فیس جمع کروا دوں۔ تاہم مجھے معلوم تھا کہ وہ پچھلی بار کی طرح میری مدد کرنے سے صاف انکار کریں گے۔

کلینک کے باہر گاڑی کے ٹائر چرچرانے کی آواز سے میں چونک گیا۔ اتنی رات گئے یہاں کون آ گیا؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کلینک کا بیرونی دروازہ زور سے کھلا اور ایک شخص اپنے شیر خوار بچے کو اُٹھائے تیزی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ہی پریشان صورت ایک خاتون بھی، جو غالباً بچے کی والدہ تھیں، اندر داخل ہوئیں۔

''کیا ڈاکٹر صاحب اندر ہیں؟'' اس شخص نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''جی نہیں، میں معذرت خواہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب پچھلے دو دن سے کلینک نہیں آ رہے ہیں۔'' میں نے شایستگی سے جواب دیا۔

''کیا!'' اس شخص کی آنکھیں صدمے سے پھیل گئیں۔ ''پھر...... پھر وہ کب تک آئیں گے؟''

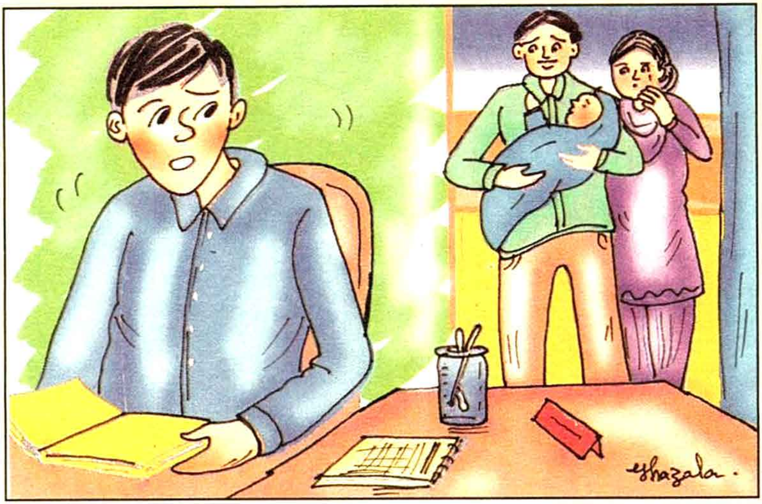

''ڈاکٹر صاحب تو اب کل ہی کلینک پر آئیں گے۔''

''کیا اندر کوئی اور ڈاکٹر موجود ہے؟'' خاتون نے فکر مندی سے پوچھا۔

''جی نہیں ......''

میرے جواب پر انھوں نے اپنا چہرہ دوپٹے سے ڈھانپ لیا اور رونے لگیں۔

''دیکھیے، ہم دراصل کراچی جا رہے ہیں۔ راستے میں میرے بیٹے کو دمہ کا اٹیک ہو گیا ہے۔ یہاں دور دور تک نہ کوئی آبادی ہے اور نہ کلینک۔ ایسے میں آپ کا کلینک ہمیں نظر آیا ہے۔ برائے کرم کچھ کریں، ورنہ میرا معصوم بچہ...... کیا...... کیا آپ کو ڈاکٹر صاحب کا گھر پتا ہے؟ ہمیں بتا دیں، ہم خود ان کے پاس چلے جاتے ہیں۔''

''میں معذرت خواہ ہوں، ڈاکٹر صاحب اس وقت شہر سے باہر ہیں۔''

''کیا یہاں آس پاس کوئی اور کلینک ہے؟''

''جی میرے علم میں تو نہیں ہے۔ پھر بھی بہتر ہو گا کہ آپ خود دیکھ لیں۔''

''کیوں بحث کر رہے ہو؟'' خاتون روتے ہوئے اپنے شوہر سے بولیں: ''دیکھ تو لیا ہے ہم نے، پورے علاقے میں کوئی کلینک نہیں ہے۔''

''اچھا...... اچھا تو آپ یوں کریں، اسے آکسیجن دینے والی مشین لگا دیں، جس سے دمہ کم ہو جاتا ہے۔ وہ تو ہوگی نا آپ کے پاس؟ پلیز! آپ ہم پر اتنا کرم کریں، ورنہ میرا بچہ مر جائے گا۔''

آدمی کی بات نے مجھے بوکھلا دیا۔ میں اب حقیقی معنوں میں پریشان ہو گیا تھا۔ اول تو ڈاکٹر صاحب کی اجازت کے بغیر میں یہ کام نہیں کر سکتا تھا، پھر یہ بچہ چھوٹا تھا۔ اگر آکسیجن کی مشین (نیبولائزر) لگانے سے اُلٹا اثر ہو جاتا تو بچے کی سانس فوراً بند ہو سکتی تھی۔

''دیکھیے جناب! میں ڈاکٹر نہیں، مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اتنے چھوٹے بچے کو مشین لگانا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔''

''تو پھر دمے کو روکنے کے لیے کیا کیا جاتا ہے؟'' وہ بے بسی سے بولا۔

''اسے دوا دی جاتی ہے۔''

''اگر آپ کو دوا معلوم ہے تو آپ ہی دے دیں۔'' دونوں میاں بیوی میری خوشامد کرنے لگے۔ میں عجیب مشکل میں پھنس گیا۔ ایک طرف بچے کی زندگی اور دوسری طرف اپنی غیر ذمے داری کا نتیجہ اور ڈاکٹر صاحب سے دھوکا...... میں کیا کرتا۔ پھر مجبوراً انسانیت کے ناتے میں نے دوا نکال کر بچے کو ایک خوراک پلا دی۔ جیسا کہ مجھے معلوم تھا، اس کی حالت دھیرے دھیرے سنبھلنے لگی۔ اس کے ماں باپ کے مایوس چہروں پر خوشی کی چمک نظر آنے لگی۔

''آدھے گھنٹے میں آپ کے بچے کی سانس نارمل ہو جائے گی۔ اسے مزید کسی دوا کی ان شاءاللہ ضرورت نہیں پڑے گی۔ تاہم دو تین روز تک اس کی غذا کے معاملے میں احتیاط کیجیے گا۔''

دونوں میاں بیوی مجھے بے تحاشا دعائیں دینے لگے۔ بچے کے باپ نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر مجھے تھمانی چاہی اور کہا: ''یہ رکھ لو، تم نے ہمارے بچے کی زندگی بچائی ہے۔''

''ارے نہیں نہیں۔'' میں پریشان ہوکر بولا: ''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' مگر میرے لاکھ انکار کے باوجود وہ رقم کاؤنٹر پر رکھ کر چلے گئے۔ میں ابھی حیران پریشان کھڑا تھا کہ دروازہ کھول کر رحمت بی بی اندر آئیں۔ وہ شام کو بھی اپنے لیے دوا لینے آئی تھیں۔ انھوں نے ان دونوں میاں بیوی کو خوش خوش جاتے دیکھ لیا تھا، اس لیے مجھ سے شکوہ کرنے لگیں کہ میں جب علاج جانتا ہوں تو انھیں کیوں نہ دوا دی؟

''بیٹا! میں ان لوگوں کی طرح تمھیں فیس تو نہیں دے سکتی، مگر میرے بیٹے کے آتے ہی دوا اور فیس کے پیسے تمھیں دے جاؤں گی۔'' خالہ کی بات نے مجھے شرمندہ کر دیا۔ اگرچہ میں نے فیس کے لیے ان کی مدد نہیں کی تھی، مگر ان کی بات سے شرمندہ ہو کر میں نے انھیں درد کم کرنے کی دوا دی اور اس سے پہلے کہ کوئی اور مریض آ کر میرا مزید امتحان لیتا، میں تیزی سے کلینک بند کر کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ رقم میری جیب میں تھی اور ایک طرف اپنی نیکی کا انعام ملنے کی خوشی تو دوسری طرف ایک احساسِ جرم بھی تھا۔ وہ لوگ ڈاکٹر صاحب سے ہی علاج کروانے آئے تھے اور مجھے جو دواؤں کی سمجھ اور استعمال معلوم ہوا تھا، وہ ڈاکٹر صاحب ہی کی وجہ سے ہوا تھا، لہٰذا اس رقم پر تو ڈاکٹر صاحب کا ہی حق تھا، اگرچہ وہ اتنے بدمزاج اور سخت دل انسان تھے کہ میری نیکی پر مجھے شاباشی دینے کے بجائے وہ اپنی دواؤں کا غیر ذمے داری سے استعمال کرنے اور اپنی کلینک کی ساکھ کو خطرے میں ڈالنے پر میری خوب بے عزتی کرتے، حال آنکہ یہ سب میں نے ایک انسانی جان بچانے کے لیے کیا تھا۔

اسی کش مکش میں رات گزر گئی اور میں شام کو ایک فیصلہ کر کے کلینک روانہ ہوا۔ کلینک کھولے آدھا گھنٹہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آ گئے اور مجھے اپنے کمرے میں طلب کر کے گزشتہ دن کا احوال معلوم کیا۔

میں نے اس نامعلوم خاندان کی دی ہوئی رقم جیب سے نکالی اور ان کے آگے رکھ دی۔ وہ حیران رہ گئے۔

میں نے شروع سے آخر تک ساری بات انھیں بتا دی اور وہ خاموشی سے سنتے رہے۔

''ڈاکٹر صاحب! خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ سب نہایت مجبوری میں اس بچے کی جان بچانے کے لیے کیا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ میری غلطی تھی، اگر دوا کے استعمال سے اس کی حالت مزید بگڑ جاتی تو آپ کے کلینک کا نام خراب ہوتا اور میں ساری زندگی خود کو معاف نہ کرتا۔''

وہ بالکل خاموش تھے اور میں ان کی ڈانٹ کھانے کا منتظر تھا۔ انھیں خاموش دیکھ کر میں نے ایک بار پھر معذرت چاہی اور رقم ان کے حوالے کر کے باہر آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب ڈاکٹر صاحب سے پیشگی رقم ملنے کی جو اُمید تھی، وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

تب ہی انٹر کام پر ڈاکٹر صاحب نے مجھے کمرے میں آنے کو کہا اور مجھے دیکھ کر پوچھا: ''تم نے ڈاکٹری کی تعلیم ادھوری کیوں چھوڑی؟''

''جی......؟'' میں اس سوال پر بوکھلا گیا۔

''تمھیں ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا نا؟''

''جی...... وہ بس...... گھر کے حالات کی وجہ سے......!''

''ہوں...... مگر اب میرا فیصلہ ہے کہ تم اپنی ڈاکٹری تعلیم پھر سے شروع کرو گے۔''

''جی......!'' میں حیران رہ گیا۔

وہ مسکرا کر بولے: ''ہاں، تمھارے اندر ڈاکٹر بننے کی پوری صلاحیت اور ایک نیکیوں سے بھرا دل ہے۔ تمھاری تعلیم کا خرچا میں دوں گا، کیوں کہ میری کوئی اولاد نہیں اور میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ کاش میرا بھی ایک بیٹا ہوتا، جسے میں ڈاکٹر بناتا، مگر اب تمھارے طفیل میری یہ دعا پوری ہو گئی۔ کلینک ویسے بھی شام کو کھلتا ہے، صبح تم پڑھنا اور شام کو یہاں کام کرنا اور ہاں...... یہ رقم لے لو، یہ تمھاری نیکی اور سچائی کا انعام ہے۔''

میری آنکھیں تشکر سے بھیگ گئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اُٹھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ ☆

اشتیاق احمد - نونہالوں کے مقبول ادیب

حمیرا سید

اشتیاق احمد محنتی، نرم مزاج، ہمدرد اور سادگی پسند انسان ہیں۔ آپ کا پہلا جاسوسی ناول ''پیکٹ کا راز'' کے نام سے شائع ہوا۔ آپ کا دوسرا ناول ''غار کا سمندر'' تھا۔ اس کے بعد آپ نے بے شمار کہانیاں اور ناول لکھے اور آج تک مسلسل لکھ رہے ہیں۔ آپ اردو کے ایک منفرد اور مقبول ناول نگار ہیں۔ اشتیاق احمد کا نام اور کام کسی تمہید و تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ عبداللہ فارانی کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ جاسوسی ناولوں کے علاوہ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ نہ صرف بڑوں بلکہ بچوں کے لیے بھی بے شمار جاسوسی کہانیاں لکھ چکے ہیں۔ اشتیاق احمد کی ہر کہانی، ہر ناول کے آخر میں بچوں کے لیے ایک نیا سبق ہوتا ہے، جو بچوں میں ایک نیا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ آپ اپنے قلم سے علم و ادب کی شمع روشن کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔

اشتیاق احمد کی کہانیوں کے بارے میں پاکستان کے مشہور و مقبول رسالہ ہمدرد نونہال کے مدیرِ اعلا اور مشہور ادیب جناب مسعود احمد برکاتی کہتے ہیں: ''نونہالوں کے مقبول ترین ناول نگار اور کہانی نویس کی حیثیت سے کسی ایک کا نام لینا ہو تو تلاش میں کوئی دِقت نہیں ہوگی، اشتیاق احمد کا نام خود بخود ذہن میں آ جائے گا۔ اشتیاق احمد کے ناول بچوں میں اتنے شوق سے پڑھے جاتے ہیں کہ بعض وقت تو مجھے حیرت ہونے لگتی ہے۔

جب ہم اشتیاق احمد صاحب کے دفتر پہنچے تو دیکھا کہ وہ خطوں اور کہانیوں سے سجی میز کے قریب کرسی پر سفید قمیص شلوار پہنے، سانولی رنگت، چہرے پر داڑھی، آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے خطوط پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہم نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے نہ صرف ہمارے سلام کا جواب دیا، بلکہ کرسی سے اُٹھ کر خوش مزاجی سے بیٹھنے کو بھی کہا۔ میز پر رکھے ہوئے خطوں کے ڈھیر کو ایک طرف کرتے

ہوئے، مسکراتے ہوئے بولے: ''جی، شروع کیجیے۔''

☆ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

اشتیاق احمد: ۶- مارچ ۱۹۴۴ء کو پانی پت (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوا۔ والد غریب گھرانے کے فرد تھے۔

☆ آپ کا تعلیمی سفر کیسے گزرا؟

اشتیاق احمد: پاکستان بننے کے بعد خاندان جھنگ میں آباد ہو گیا۔ جھنگ سے ہی میں نے میٹرک کیا۔

☆ آپ کی سب سے پہلی کہانی کون سی ہے، وہ کہاں چھپی تھی؟

اشتیاق احمد: پہلی کہانی کا نام ''بڑا قد'' تھا۔ ''قندیل'' میں ۱۹۵۹ء میں چھپی۔

☆ آپ کچھ عرصے رسالہ ''جگنو'' کے مدیر بھی رہے۔ پھر خود اپنا رسالہ ''چاند ستارے'' بھی نکالا۔ اس بارے میں کچھ بتائیے؟

اشتیاق احمد: بچوں کا رسالہ نکالنا بہت مشکل کام ہے۔

☆ کہانی لکھنے کا شوق کیسے ہوا؟

اشتیاق احمد: جب میں میٹرک میں تھا تو اپنے ایک دوست سلامت اللہ کو ایک خط لکھا تھا۔ ان کی ہمشیرہ نے وہ خط پڑھا تو انھوں نے کہا: ''تم لکھا کرو۔''

☆ آپ کو اپنی کون سی کہانی زیادہ پسند ہے اور کیوں؟

اشتیاق احمد: پسند تو دوسروں کی ہوتی ہے۔

☆ زندگی میں کتاب اور کمپیوٹر کی کیا اہمیت ہے؟

اشتیاق احمد: دونوں اہم ہیں۔

☆ آپ نے اب تک کتنے ناول لکھے ہیں؟

اشتیاق احمد: تقریباً آٹھ سو۔

☆ آپ کی پسندیدہ شخصیت؟

اشتیاق احمد: موجودہ دور میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں۔

☆ پسندیدہ جگہ اور پسندیدہ موسم؟

اشتیاق احمد: جگہمسجد اور موسم بہار۔

☆ آپ کا پسندیدہ رنگ اور لباس

اشتیاق احمد: رنگ سفید اور لباس قمیص شلوار۔

☆ آپ خوش کب ہوتے ہیں؟

اشتیاق احمد: جب عالمِ اسلام کو کوئی کام یابی ملتی ہے۔

☆ آپ ہفتہ وار تعطیل کس طرح مناتے ہیں؟

اشتیاق احمد: میں تعطیلمنا تا ہی نہیں۔ عید کے روز بھی کام کرتا ہوں۔

☆ اپنے کسی استاد کی کوئی بات جو اب تک یاد ہو؟

اشتیاق احمد: اردو کے استاد نے کہا تھا، آپ کی اردو اچھی ہے...... محنت کریں۔

☆ بچپن میں شرارت کرتے ہوئے کبھی والدہ نے پٹائی کی؟

اشتیاق احمد: جی نہیں، والدین بالکل نہیں مارتے تھے۔

☆ اچھا یہ بتایئے، بچپن کی کوئی شرارت جو اب تک آپ کے حافظے میں محفوظ ہو؟

اشتیاق احمد: شرارتیں تو بہت کیں۔ ایک مرتبہ مصنوعی بیمار بن کر ڈاکٹر کو پریشان کیا تھا...... بعد میں خوب ڈانٹ پڑی۔

☆ بچپن میں کون سا کھیل شوق سے کھیلتے تھے؟

اشتیاق احمد: کبڈی۔

☆ پسندیدہ مشروب؟

اشتیاق احمد: چاے۔

☆ اپنے خاندان کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

اشتیاق احمد: میرے آٹھ بچے ہیں۔ پانچ بیٹے، تین بیٹیاں۔ دو بیٹیوں اور دو بیٹوں کی شادی کر چکا ہوں۔ دو بڑے بیٹے ہومیو ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیٹا کمپیوٹر پرنٹر مکینک ہے۔ ایک بیٹا کمپوزنگ کرتا ہے۔ چھوٹے بیٹے کی ایک دکان ہے۔ ہم سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔

☆ گھر والے آپ کو کیا بنانا چاہتے تھے؟

اشتیاق احمد: ملازمت کروانا چاہتے تھے اور شروع میں، میں نے ملازمتیں بھی کیں۔

☆ زندگی کا یادگار دن؟

اشتیاق احمد: جب پہلی بار حج کے لیے گیا اور خانۂ کعبہ پر نظر ڈالی، پھر مسجد نبویؐ میں روضۂ مبارک پر نظر پڑی۔

☆ اشتیاق احمد اور عبداللہ فارانی میں فرق؟

اشتیاق احمد: ایک قالب، ایک جان ہیں۔

☆ ''دو باتیں'' لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

اشتیاق احمد: اپنے ناول خود شائع کرنا شروع کیے تو پیش لفظ کے لیے دو باتیں عنوان بھلا لگا۔

☆ پہلا روزہ کس عمر میں رکھا تھا؟

اشتیاق احمد: ۱۰ سال کی عمر میں۔

☆ آپ کے خاندان میں بھی کوئی اور لکھنے لکھانے سے دل چسپی رکھتا ہے؟

اشتیاق احمد: ایک بیٹی مضامین اور کہانیاں لکھتی ہیں۔ ایک بیٹا بھی، لیکن بہت کم۔

☆ ڈائری لکھتے ہیں؟

اشتیاق احمد: جی نہیں، جی ہاں...... یعنی ضروری بات نوٹ کر لیتا ہوں۔

☆ آخر میں اشتیاق احمد صاحب! آپ نونہالوں کو کوئی پیغام عنایت فرمائیے؟

اشتیاق احمد: ہر کام میں اخلاص اہم ہے۔

☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

عمران خان کٹبار، ڈیرہ اللہ یار
اسماء اقبال، میر پور خاص
محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد
اقرا عروج، بھکر
سید عبدالصمد، کراچی
عائشہ افضل، پشاور
اسما کنول، رحیم یار خان
دانیال جاوید، نارتھ کراچی
فرحانہ محمد انور قمبرانی، کراچی

نعت مقبولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرسلہ: عمران خان کٹبار، ڈیرہ اللہ یار

مدینے کو جائیں ، یہ جی چاہتا ہے
مقدر بنائیں ، یہ جی چاہتا ہے
جہاں دونوں عالم ہیں محوِ تمنا
وہاں سر جھکائیں ، یہ جی چاہتا ہے
محمدؐ کی باتیں ، محمدؐ کی سیرت
سُنیں اور سُنائیں ، یہ جی چاہتا ہے
مدینے کے آقاؐ ، دو عالم کے مولاؐ
تیرے پاس آئیں ، یہ جی چاہتا ہے
پہنچ جائیں عمرانؔ جب ہم مدینے
تو خود کو نہ پائیں ، یہ جی چاہتا ہے

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید ۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے بزرگ چینی ترکستان سے ہجرت کر کے پشاور اور ملتان سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے تھے۔ آپ کے والد کا نام حافظ عبدالمجید تھا۔ آپ ابھی دو سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے، چناں چہ آپ کی والدہ رابعہ ہندی صاحبہ نے آپ کی پرورش کی اور بڑے بھائی حکیم عبدالحمیدؒ نے تربیت کی۔

حکیم محمد سعید بچپن ہی سے ذہین اور محنتی تھے۔ نو سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔

۱۹۳۹ء میں آپ نے حکیم اجمل خاں کے قائم کردہ طبی کالج سے طب کا اعلا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد آپ اپنے بھائی حکیم عبدالحمید کے ساتھ مشرقی طب اور دوا سازی کے ادارے ''ہمدرد'' کو ترقی دینے میں مصروف ہو گئے۔ حکیم محمد سعید کو قائداعظم محمد علی جناح سے بہت عقیدت تھی۔ آپ دہلی میں قائداعظم کے گھر جایا کرتے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح بھی آپ کو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ آپ مسلم لیگ میں شامل رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے ہندستان میں رہنا پسند نہیں کیا اور اپنا کاروبار اور اپنی جائیداد چھوڑ کو ۹ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔

پاکستان میں پہلے پہل اسکول میں ایک استاد کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا، پھر ہمت کر کے کراچی میں ایک کمرا کرائے پر لے کر مطب قائم کیا۔ آخر ''ہمدرد دواخانہ'' جس کے مالک تنہا حکیم سعید تھے، قوم کے نام وقف کر دیا۔

حکیم محمد سعید نے ۱۹۵۳ء میں بچوں کے رسالے ماہ نامہ ہمدرد نونہال کا اجراء کیا اور اس کے علاوہ نونہال ادب کا شعبہ ۱۹۸۸ء میں قائم کیا۔ خود بھی نونہالوں کے لیے سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ ایک بہت اعلا درجے کا اسکول ہمدرد پبلک اسکول کے نام سے قائم کیا۔

حکیم محمد سعید شہید نے صرف اپنے وسائل سے علم و ثقافت کا ایک بہت بڑا علمی ادارہ مدینتہ الحکمہ قائم کیا۔ ان خدمات کے علاوہ ہمدرد یونی ورسٹی قائم کی، جس میں حکمت اور ڈاکٹری کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن حکیم محمد سعید نے ۱۹۶۴ء میں قائم کی۔ ۱۹۶۶ء میں حکیم محمد سعید کو ''ستارۂ امتیاز'' سے نوازا گیا۔ پھر صدر پاکستان نے حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد پاکستان کا اعلا ترین سول اعزاز ''نشان امتیاز'' دیا۔ ان کے یومِ ولادت یعنی ۹ جنوری کو حکومتِ پاکستان نے بچوں کا قومی دن قرار دیا۔ وہ ہر قسم کے تعصب ختم کر کے تمام پاکستانیوں میں اتحاد اور محبت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ خدمتِ خلق حکیم محمد سعید کی زندگی کا

اولین مقصد تھا اور اسی خدمت میں انھوں نے جان دی۔ ۱۷- اکتوبر ۱۹۹۸ء کو انھیں شہید کر دیا گیا۔ شہید حکیم محمد سعید کا نعرہ تھا:

''پاکستان سے محبت کرو، پاکستان کی تعمیر کرو۔''

جیت

سید عبدالصمد، کراچی

شاہی دربار لگا ہوا تھا، مگر یہ دوسرے شاہی درباروں سے مختلف تھا۔ حاکمِ وقت سونے چاندی کے قیمتی تخت کے بجائے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بیٹھنے کی جگہ تھوڑی سی اونچی تھی، جسے چبوترہ کہا جا سکتا تھا۔ یہ حاکم عام لوگوں کی طرح سادہ لباس میں تھا۔ اس کے دربار میں دوسرے بادشاہوں جیسی شان و شوکت بالکل نہ تھی، اس کے باوجود اس کے چہرے کا رعب اور دربار کی سادگی لوگوں کے چہروں پر خوف اور ہیبت طاری کر رہی تھی۔

ایک جنگی مجرم کو اس کے دربار میں پیش کیا گیا۔ یہ مجرم کافی خون خرابے کے بعد بڑی مشکل سے گرفتار ہوا تھا۔ حاکم کو مجرم کے جرائم سے آگاہ کیا گیا۔

''اچھا تو یہ وہ ہی بد بخت ہے، جس نے ہمارا سکون برباد کر رکھا تھا۔'' بادشاہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''تم جانتے ہو کہ تمھیں اس جرم کی کیا سزا ملنی چاہیے؟''

مجرم خاموش کھڑا رہا۔ تمام لوگ بھی خاموشی سے یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔

''تمھاری سزا موت ہے۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' حاکم نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ جلاد حکم پاتے ہی مجرم کی طرف بڑھا تا کہ اُسے لے جا کر اس کا کام تمام کر دے۔ مجرم اپنا یہ انجام دیکھ کر لرز اُٹھا۔ اب موت اس کی نظروں کے سامنے کھڑی ناچ رہی تھی۔

''ذرا ٹھیرو!'' مجرم نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ سے جلاد کو اشارہ کیا۔ پھر اٹک اٹک کر حاکم سے کہا: ''حضور! آپ مجھے سزا ضرور دیں، مگر قتل کیے جانے سے پہلے تھوڑا سا پانی پلوا دیں۔ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔'' حاکم نے جلاد کو اشارے سے روکا اور کہا: ''اس کی

آخری خواہش پوری کی جائے۔'' مجرم کو پانی کا کٹورا لا کر دیا گیا۔ بڑی مشکل سے وہ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کٹورے کو منھ تک لے گیا۔ اس کا گلا پیاس سے بالکل سوکھا ہوا تھا، مگر موت کا خوف اس پر اس بری طرح طاری تھا کہ پوری کوشش کے باوجود پانی پی نہ سکا۔

حاکم نے نرم لہجے میں اس سے کہا: ''تم اطمینان سے پانی پی لو۔ اچھی طرح اپنی پیاس بجھالو۔ تمھیں اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا، جب تک تم اس کٹورے کا سارا پانی نہ پی لو۔ یہ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں۔''

یہ سن کر مجرم لمحہ بھر سوچتا رہا، پھر اس نے کٹورے کا سارا پانی زمین پر اُنڈیل دیا۔ زمین کچی اور خشک تھی، پانی فوراً زمین میں جذب ہوگیا۔ مجرم ایک پھیکی سی مسکراہٹ اپنے خشک ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولا: ''حضور! آپ نے فرمایا تھا کہ آپ اس وقت تک مجھے قتل نہیں کریں گے جب تک کہ میں اس کٹورے کا سارا پانی نہ پی لوں۔ اب اس کٹورے میں وہ پانی نہیں ہے، جو مجھے پینا تھا۔ وہ پانی مٹی میں جذب ہو چکا ہے۔ میں اسے جب تک پی نہ لوں، آپ وعدے کے مطابق مجھے قتل نہیں کریں گے۔ اب میرا قتل ناممکن ہے۔ آپ کے پاس اقتدار ہے، اب بھی آپ مجھے قتل کرا سکتے ہیں، مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ایک سچے انسان ہیں اور اپنے قول کا پاس کرتے ہیں۔''

حاکم نے حیرت سے مجرم کی طرف دیکھا اور کچھ دیر تک سوچنے کے بعد کہا: ''اے سپہ سالار! تم صرف دلیر ہی نہیں، بلکہ ذہین بھی ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے کھلے دشمن ہو۔ تمھیں چھوڑ دینا دانش مندی نہیں ہے، مگر تمھارے قتل سے کہیں زیادہ عزیز اپنا یہ وعدہ ہے۔ جاؤ، اب تم آزاد ہو، جہاں جی میں آئے، چلے جاؤ۔''

یہ فیصلہ سن کر مجرم ہکا بکا رہ گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے حاکم کے قدموں میں گر گیا اور کہا: ''حضور! میں آپ کی طاقت اور قوت

سے نہیں ہارا، مگر آپ کے وعدے کی سچائی نے مجھے شکست دے دی ہے۔ میں اپنی شکست کو تسلیم کرتا ہوں۔''

نظم

مرسلہ: اسما کنول، رحیم یار خان

ہم ہیں پاکستانی بچے
پاکستان ہمارا ہے
سبز ہلالی پرچم اس کا
روشن چاند ستارہ ہے
قائد نے پاکستان بنایا
ہم نے اسے سنوارا ہے
ممتا کی ہے چاہت اس میں
یہ امت کا گہوارا ہے
پانچ دریاؤں کی ہے مٹی
پنج ندی کا دھارا ہے
اس پر قربان جان ہماری
ہم کو جان سے پیارا ہے
آسما ماں کے دل کی ٹھنڈک
بابا کی آنکھ کا تارا ہے
ہم ہیں پاکستانی بچے
پاکستان ہمارا ہے

حب وطنی

اسماء اقبال، میر پور خاص

حب وطنی کے لفظی معنی ہیں وطن سے محبت کرنا۔ محبت اور نفرت کا جذبہ ہر جان دار میں پایا جاتا ہے۔ ہر انسان میں اپنے دیس سے محبت کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور وہاں کی آب و ہوا، پہاڑ، دریا، سمندر، درخت، زمین اور آسمان سب کچھ اپنا دکھائی دیتا ہے۔

اسی جذبے کو حب وطنی کہتے ہیں۔

وطن سے محبت اس طرح ہے جس طرح ہر انسان کو اپنی پیاری ماں سے محبت ہوتی ہے۔ اگر ہم ملک سے باہر ہوں تو سب سے پہلے کسی بھی غیر ملکی کا ہم سے جو پہلا سوال ہوگا، وہ ہمارے گھر والوں کے بارے میں نہیں بلکہ سب سے پہلا سوال ہمارے وطن کے بارے میں ہوتا ہے۔

چند ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے وطن سے محبت نہیں رکھتے اور اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے گن گاتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ قابلِ نفرت ہیں، جو اپنے وطن سے پیار نہیں کرتے۔ محبِ وطن تو وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں ملک سے محبت رکھتے ہیں اور ملک کی ترقی کے لیے ہر مصیبت برداشت کرتے ہیں۔ اپنے پیارے دیس پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ محبت رکھنے والے اور محبِ وطن ہوتے ہیں۔

ہمیں اپنے پیارے دیس سے محبت رکھنی چاہیے اور اپنے وطن کے لیے ہر وقت اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو ہمیشہ آباد رکھے۔

چالاکی

اقرا عروج، بھکر

دروازے پر دستک ہوئی۔ بیوی نے دروازہ کھولا، دروازے پر اس کا شوہر تھا، لیکن اس کے بدن پر قمیص نہیں تھی اور سر سے خون بہ رہا تھا۔ بیوی یہ دیکھ کر گھبرا گئی اور بولی: ''یہ کیا ہوا؟ آپ تو بینک سے پیسے نکلوانے گئے تھے۔''

''یہ سارا کیا دھرا پیسوں ہے بیگم! میں رقم نکلوا کر گھر آ رہا تھا کہ راستے میں غنڈوں نے گھیر لیا اور خنجر دکھا کر سارے پیسے چھین لیے۔''

بیوی نے پوچھا: ''لیکن آپ کی قمیص کہاں ہے؟''

''ان میں سے ایک غنڈے کو وہ قمیص بھی پسند آ گئی، اس نے وہ اُتروالی، پھر میں نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ مجھے جانے دو، تو ہاتھ جوڑنے کی وجہ سے انھیں میری گھڑی پسند آ گئی، انھوں نے وہ بھی اُتروالی۔ جب میں گھڑی اُتار رہا تھا تو انھوں نے میری انگوٹھی دیکھ لی، انھوں نے کہا کہ یہ انگوٹھی بھی اُتار دو۔ میں نے ان سے کہا کہ بھئی، یہ تو چھوڑ دو، میری شادی کی ہے، لیکن وہ نہ مانے۔ ساتھ ہی ان سب نے مل کر مجھے خوب مارا۔''

بیوی نے تلملا کر کہا: ''اس کا مطلب ہے، انھوں نے آپ سے سب کچھ چھین لیا؟''

جواب میں شوہر نے اکڑ کر کہا: ''نہیں، خیر

ایک چیز تو میں بڑی چالاکی سے بچا کر لے آیا ہوں، اسے بہت اچھی طرح چھپا کر رکھا ہوا تھا۔''

بیوی نے خوش ہو کر پوچھا: ''وہ کیا؟''

شوہر نے جیب سے پستول نکال کر لہرایا اور بولا: ''یہ دیکھو۔''

نقل کرنی اگر نہیں آتی

مرسلہ: عائشہ افضل، پشاور

اس کی امید بر نہیں آتی
نقل کرنی جسے نہیں آتی
جانتا ہوں صلہ پڑھائی کا
پر طبیعت ادھر نہیں آتی
نقل کرنے سے پاس ہونے تک
کوئی صورت نظر نہیں آتی
امتحاں تو ضرور ہونا ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
فیل ہونے کے بعد ہم کو بھی
اب ہماری خبر نہیں آتی
کالج کس منھ سے آؤ گے شاعر
شرم تم کو مگر نہیں آتی

بھوک

دانیال جاوید، نارتھ کراچی

آج ہما کے گھر اس کے بھائی کی شادی کی تقریب تھی۔ پورا گھر روشنیوں سے جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا۔ چھوٹے بڑے سب خوشی سے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ ہما انتظامات میں بہت مصروف تھی۔ وہ کسی کام سے دروازے پر آئی تو ایک عورت کو ایک چھوٹی بچی کے ساتھ دیکھا۔ وہ عورت ہما سے بولی: ''بی بی جی! میری بچی صبح سے بھوکی ہے۔ اللہ کے واسطے، صرف ایک روٹی دے دو۔ تمھارا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔'' اس کے لہجے میں بے حد بے چارگی تھی۔

''اچھا، میں ابھی کچھ لاتی ہوں۔'' ہما یہ کہہ کر باورچی خانے میں آئی، جہاں امی نے اسے دوسرے کاموں میں الجھا دیا اور وہ عورت کو بھول گئی۔ وہ عورت ہما کے انتظار میں کافی دیر سے بیٹھی تھی۔ بچی اب رونے لگی تھی۔

''اچھا، تُو یہاں بیٹھ میں ابھی تیرے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔'' باورچی خانہ

دروازے کے قریب ہی تھا۔ وہ عورت جلدی سے اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی باورچی خانے میں آ گئی۔ روٹی کے ٹکڑے فرش پر اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔ شاید بچوں نے کھانا کھا کر انھیں وہیں چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ان ٹکڑوں کو سمیٹا اور دوپٹے میں رکھ کر جلدی سے باہر آ گئی۔ اتنے میں ہما کی امی وہاں آ گئیں۔ انھوں نے جو ایک اجنبی عورت کو دیکھا تو ڈپٹ کر بولیں:

''اے! کون ہو تم؟ اور کیا کر رہی ہو یہاں؟''

وہ عورت گھبرا گئی۔

''شرم نہیں آتی، چوری کرتے ہوئے۔ شکل سے تو بہت سیدھی لگتی ہو۔'' امی کی تیز آواز سن کر مہمان اندر آنے لگے۔ ہر کوئی اس عورت کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ ہما بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ اندر آ گئی۔ امی ابھی تک اس عورت کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔ ''امی! کیا ہوا؟'' ہما نے امی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ طنزیہ لہجے میں بولیں: ''دیکھ لو ہما! تم ان فقیروں پر رحم کرتی پھرتی ہو نا، دیکھو، ان کے کرتوت۔ چوری کرنے آئی تھیں یہاں۔''

ہما نے اس کا دوپٹا کھینچ لیا۔ روٹی کے ٹکڑے فرش پر اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ وہ عورت زار و قطار رونے لگی: ''جی، میں نے چوری کی ہے۔ میری بچی کو بھوک لگ رہی تھی۔ وہ بھوک سے نڈھال ہو رہی تھی۔ آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں، دے لیں۔'' وہ عورت اپنا پھٹا ہوا دوپٹا اُٹھا کر بولی اور رونے لگی۔ امی اور ہما بہت شرمندہ ہو رہی تھیں۔ مہمان آہستہ آہستہ باہر چلے گئے۔ امی نے غریب عورت کو پیسے دینے چاہے، لیکن وہ عورت تیزی سے باہر چلی گئی۔ ہما کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے روٹی کے ٹکڑے اُٹھا کر ایک طرف رکھے اور جلدی سے باہر آ گئی۔ وہ عورت بچی کو گود میں لے کر روتی ہوئی وہاں سے چلی جا رہی تھی۔ ہما دوڑ کر اس کے پاس آئی اور اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر بولی:

''سنو، مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں اپنی خوشی میں تمھارا غم بھول گئی تھی۔''

ہما نے اس کی بچی کو گود میں لے کر عورت کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر اندر چلی آئی اور وہ عورت خوش ہو کر بے اختیار ہما کو دعائیں دینے لگی۔

صفائی نصف ایمان ہے

فرحانہ محمد انور قمبرانی، کراچی

مونا ایک بہت پیاری بچی تھی۔ یہ جتنی صورت میں خوب تھی، اتنی ہی سیرت میں بلند تھی۔ پڑھائی میں ہمیشہ نمایاں رہتی۔ اسے جانوروں سے بے حد لگاؤ تھا۔ کچھ دنوں سے اس نے دو بلیاں، تین مرغیاں اور کئی توتے اور چوزے پال رکھے تھے۔ وہ اسکول سے سیدھی گھر آ کر جانوروں کو دانہ پانی دیتی۔ مونا کافی دیر تک اپنے جانوروں کے ساتھ کھیلتی رہتی، یہاں تک کہ اسے کھانا کھانا بھی یاد نہ رہتا۔ ایک دن اسی طرح بڑی دیر بعد امی نے مونا سے ہاتھ دھو کے کھانا کھانے کو کہا۔ مونا دوڑتی ہوئی آئی اور کھانا کھانے بیٹھ گئی۔ کھانا کھا کر وہ سو گئی۔ شام کو جب امی نے جگایا تو مونا نے پیٹ کے درد کی شکایت کی۔ امی نے گھر میں رکھی ہوئی پیٹ کے درد کی دوائی دے دی، جس سے مونا کا درد ختم ہو گیا۔

اگلے دن وہی معمول تھا۔ مونا اسکول سے آ کر اپنے پالتو جانوروں سے کھیلنے لگی۔ کھانا کھا کے حسبِ معمول سو گئی۔ شام کو جاگنے پر وہی پیٹ کے درد ہوا، جو امی کے دوا کھلانے پر ختم ہو گیا تھا۔ تقریباً چار پانچ روز یہی صورتِ حال رہی۔ چھٹے دن جب مونا شام کو جاگی تو پیٹ میں درد کے علاوہ اسے قے بھی ہونے لگی۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ تب کہیں جا کر امی کا ماتھا ٹھنکا۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کیا، جو مونا کے ابو کے دوست تھے۔ انھوں نے مونا کو اسپتال لانے کا مشورہ دیا۔ اسپتال پہنچ کر مونا کے مرض کی تشخیص کی گئی۔ پتا چلا کہ مونا کے معدے میں وافر مقدار میں جراثیم منتقل ہو رہے ہیں، جن سے مونا کو یہ تکلیف ہوئی تھی۔ مونا تقریباً دو ہفتے اسپتال میں زیرِ علاج رہی۔ جس دن وہ مکمل صحت یاب ہو کر اسپتال سے فارغ ہو رہی تھی، ڈاکٹر انکل نے اسے سمجھایا: ''دیکھو بیٹا! یہ جو آپ کو اتنی تکلیف اُٹھانی پڑی ہے، یہ سب جانوروں کی وجہ سے ہوئی ہے۔''

مونا نے پوچھا: ''تو کیا مجھے جانور نہیں پالنے چاہییں؟''

''نہیں بیٹا! حلال جانور پالنا اور اچھی طرح ان کی دیکھ بھال کرنا تو بہت اچھی بات

ہے۔ آپ اچھے اچھے جانور اور پرندے ضرور پالیں، لیکن ساتھ ساتھ ان کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں۔ کچھ جانوروں میں ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جو آسانی سے انسانوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اس کے لیے آپ ان کو ہفتہ وار یا ماہانہ ویکسینیشن کروائیں۔ نیز کھانا بھی ہمیشہ ہاتھ دھو کر کھائیں۔ یہ احتیاط ہمارے دین میں بھی شامل ہے۔ اس کا باقاعدہ حکم ملا ہے۔ صفائی و پاکیزگی کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔"

"انکل! میں کوشش کرتی ہوں۔" مونا مارے شرمندگی سے بولی۔

ڈاکٹر صاحب مونا کی امی سے مخاطب ہوئے: "اور ہاں، جب بھی کوئی بیماری ہو، فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ خود سے علاج کرنے میں مرض خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔"

پھر مونا سے بولے: "آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آج سے صفائی ستھرائی کے سنہرے اصولوں پر عمل کریں گی۔"

مونا پُرعزم لہجے میں بولی: "جی انکل! ضرور، کیوں کہ صفائی و پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

☆☆☆

اشاعت سے معذرت

☆ کراچی: مکڑی کیسے بنی؟، چائے کی ابتدا، ہائے میری سہیلی، انجام، سلگتی سگرٹ بجھتی زندگی، بلاعنوان کہانی، حق، یومِ آزادی، لہو کا قرض، دودھ کا دودھ پانی کا پانی، کامیاب واردات ناکامی میں بدل گئی، پردیسی ہوگیا بچہ، ضمیر کی ملامت، بے ایمان لوگ، تالاب کی قربانی ☆ **نظمیں**: میری پیاری ماں، جشنِ آزادی مبارک، ماں، بڑی ہمدرد سراپا پیار ہے ماں، خدا سے ایک فریاد، ماہِ رمضان، مبارک ہو نیا سال، بات کی بات خرافات کی لات، امن، قبر، آؤ کریں عزم، طلوعِ صبح ☆ **حیدرآباد**: ارکانِ اسلام، ابو بن ادھمؒ ☆ **نظم**: نصیحت ☆ **ٹنڈو الہیار**: صبح کا سورج (نظم) ☆ **محراب پور**: دورِ جدید کا سپوت (نظم) ☆ **سانگھڑ**: عبدالسلام ☆ **کھپرو**: پاگل سوداگر زادہ ☆ **میرپور خاص**: اتحاد کا ذریعہ ☆ **لاہور**: ایک خواب، نیکی کر دریا میں ڈال، مخلوقِ خدا کے ساتھ بھلائی، توکل اور شکر ☆ **منڈی بہاؤ الدین**: شرارت کی سزا ☆ **دریا خان**: میری پیاری باجی انیلا (نظم) ☆ **جنڈانوانالہ (بھکر)**: پسندیدہ نعمت، مجرمانہ شوق ☆ **خوشاب**: اس ملک کو رکھنا میرے بچو سنبھال کے ☆ **میانوالی**: اقبال کے شاہین امن کے داعی، گلاب (نظم) ☆ **شکر درہ (اٹک)**: تعلیم نسواں ☆ **بہاول نگر**: ڈاکٹر فوسٹس ☆ **ملتان**: نونہال (نظم)، ہم ہوں جھکائے سر (نعت) ☆ **سکندرآباد (ملتان)**: جلیبیاں، آم آنے کو ہے (نظم)، انمول (نظم) ☆ **اوتھل**: وطن کی مٹی گواہ رہنا ☆ **ڈیرہ اللہ یار**: رئیس ☆ **اوستہ محمد**: آزادی کا تحفہ ☆ **مقام ندارد**: بلی کا بچہ (نظم)۔ ☆

آدھی ملاقات

بڑوں کی رائے .... یہ خطوط ہمدرد نونہال، خاص نمبر ۲۰۱۰ء کے بارے میں ہیں

جناب ایم بی عباسی، چیف ایڈیٹر روزنامہ محشر، کراچی

ہمدرد نونہال کا خاص نمبر پڑھا، ماشاءاللہ بہت پسند آیا اور خوشی بھی ہوئی کہ قحط الرجال کے اس دور میں بچوں کی تربیت کے لیے آپ بہت بہترین اور فعال کام کر رہے ہیں اور اس ضرورت شدیدہ کو پورا کر رہے ہیں۔ ہمدرد نونہال کا انداز بچوں کے ہم مزاج بھی ہے اور یہ رسالہ بچوں و بڑوں سب میں مقبول بھی ہے۔ بالخصوص نونہالوں کے دوست اور ہمدرد شہید حکیم محمد سعید کی بچوں کے دل لبھانے والی تحریریں سونے پر سہاگا ثابت ہوتی ہیں۔ چناں چہ حکیم محمد سعید کے مستقل کالم ''جاگو جگاؤ'' میں ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو: ''وہ لوگ تو بہت ہی اچھے ہوتے ہیں جو اپنا نقصان کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اپنا کام بھی کرتے ہیں اور وقت پر دوسروں کے کام بھی آتے ہیں، وہ بھی اچھے ہوتے ہیں۔'' آگے لکھتے ہیں: ''نونہالو! کوشش کرو کہ بہت اچھے بنو، لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اچھے تو ضرور کہلاؤ۔'' جناب برکاتی صاحب! اللہ آپ کی کاوش کو ہر عام و خاص میں قبول و مقبول بنائیں (آمین)

جناب ابوالمکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی، ایڈیٹر ماہ نامہ الاشرف، کراچی

ہمدرد نونہال خاص نمبر ۲۰۱۰ء موصول ہوا، دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ رسالہ اپنی عمر کے ۵۸ سال مکمل کر رہا ہے۔ کسی رسالے کا اتنے طویل عرصے جاری رہنا اور بغیر کسی وقفے کے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہونا یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور اس کے بانیان کے خلوص کی وجہ سے ہے۔ محترم جناب شہید حکیم محمد سعید نے اس ملک پاکستان کے لیے جو بھی کام کیا، وہ خلوص و محبت کے ساتھ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہر کام میں کام یاب ہوئے۔ انھیں اس ملک کے نونہالوں سے بڑی محبت تھی۔ اسی محبت کی وجہ سے انھوں نے ہمدرد نونہال جاری کیا اور اس میں سچی سبق آموز کہانیاں، واقعات اور نونہالوں کی دل چسپی کے لیے بہت سی ایسی چیزیں شروع کیں جنھوں نے اس رسالے میں چار چاند لگا دیے۔ یہ رسالہ اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ ہے۔ شہید حکیم محمد سعید نے اس کو بڑی استقامت کے ساتھ جاری رکھا کہ اس کو پڑھنے والے نونہال، نوجوان، پھر جوان اور پھر بوڑھے ہو گئے یعنی ان نونہالوں کے نونہال اب اس رسالے کو پڑھ رہے ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم و مغفور پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ایک خاص کرم تھا کہ ان کے ساتھی اور معاونین بھی ان کی طرح پُرخلوص تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان کے جاری کیے ہوئے رسائل اور ادارے اسی طرح کام کر رہے ہیں۔ ہمدرد نونہال کے مدیر اعلا جناب مسعود احمد برکاتی صاحب ذی علم آدمی ہیں اور بڑی محنت و استقامت کے ساتھ اس کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہم قلب کی گہرائیوں سے انھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ شہید حکیم محمد سعید کی قبرِ انور پر رحمت و رضوان کی بارشیں نازل فرمائے اور ان کے معتمد خاص جناب مسعود احمد برکاتی زید مجدہ کو صحت و تن درستی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے تاکہ حکیم صاحب کا مشن جاری و ساری رہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمدرد نونہال کو تادیر جاری و ساری رکھیں تاکہ آیندہ نسلیں بھی اس سے استفادہ کر سکیں، آمین۔

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ اگست ۲۰۱۰ء کے بارے میں ہیں

❁ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ بادشاہ چھٹی پر ہے (فرزانہ روحی اسلم)، ماں کی تصویر (تارا مقدم)، منصوبہ ساز (اشتیاق احمد) اور بلاعنوان کہانی (معراج) اچھی تھیں۔ معلوماتی تحریریں بُرج خلیفہ، میں تمھاری ناک ہوں، روزے کا مقصد پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا، البتہ اچھے لطیفوں کی تھوڑی کمی محسوس ہوئی۔ **ماہین بیگ، فیضان بیگ، لیاری، کراچی۔**

❁ سرورق پر ہنستے، مسکراتے معصوم بچے بہت پیارے لگ رہے تھے۔ بادشاہ چھٹی پر ہے، بلاعنوان کہانی، ہیرو اور ماں کی تصویر زبردست تحریریں تھیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بھی شان دار تھے اور مضمون روزے کا مقصد (عتیق الرحمان صدیقی) نے تو دل جیت لیا۔ **سیدہ وجیہ ناز کرمانی، کراچی۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ بلاعنوان کہانی، ہیرو، بادشاہ چھٹی پر ہے اور ماں کی تصویر زبردست کہانیاں تھیں۔ نونہال ادیب میں ننھا شہید اور اصلی ہیرو پسند آئیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بھی شان دار تھے۔ **سید فیضان احمد کرمانی، کراچی۔**

❁ اگست کے شمارے میں ساری کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ **شمائلہ محمد یوسف، کراچی۔**

❁ اگست کے لطیفوں میں مزہ نہیں آیا۔ بلاعنوان کہانی، بادشاہ چھٹی پر ہے، میں تمھاری ناک ہوں، بُرج خلیفہ (ڈاکٹر ناہید الٰہی اقبال) بہت اچھی تحریریں تھیں۔ **طوبیٰ امین کھتری، کراچی۔**

❁ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی ہمدرد نونہال اپنی مثال آپ تھا۔ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے، ایک وزیر اعظم کی سبق آموز کہانی، منصوبہ ساز اچھی تھیں۔ اشعار بھی اچھے تھے اور لطائف بھی خوب تھے۔ **ہارون الرشید، جہلم۔**

❁ اگست کا ہمدرد نونہال بہت ہی اچھا تھا۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی، لیکن میں تمھاری ناک ہوں (حکیم محمد سعید)، بادشاہ چھٹی پر ہے (فرزانہ روحی اسلم) زیادہ پسند آئیں۔ **حمزہ جاوید بھٹی، جھنگ صدر۔**

❁ اگست کا شمارہ پہلے کی طرح بہت اچھا تھا۔ سب سے زیادہ منصوبہ ساز (اشتیاق احمد) پسند آئی۔ انکل! کیا اپنی ہر تحریر کے نیچے اپنا پتا لکھنا ضروری ہے؟ **امامہ تقدیس، تلہ گنگ، چکوال۔**

نام پتا نہ ہو تو تحریر دوسرے کے نام سے چھپ سکتی ہے۔

❁ سب سے اچھی کہانی بلاعنوان انعامی کہانی (معراج) لگی۔ ماں کی تصویر اور منصوبہ ساز (۱) بھی نمبر لے گئیں۔ آپ اشتیاق احمد کی کہانیوں کے علاوہ ان کا قسط وار ناول بھی شروع کریں۔ بیت بازی، نونہال مصور اور روشن خیالات جیسے خوب صورت سلسلے مجھے بہت پسند ہیں۔ عظیم فن کار، بُرج خلیفہ اور بولنے والا دستانہ جیسے معلوماتی مضامین رسالے کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ **رافعہ خالد، کراچی۔**

❁ اگست ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت ہی مزے دار اور بہترین تھا۔ تمام کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں، خاص طور پر ہیرو (وقار محسن) بہت مزے کی لگی۔ جناب حکیم محمد سعید کی تحریر "میں تمھاری ناک ہوں" بہت دل چسپ اور معلوماتی تھی۔ غرض تمام شمارہ زبردست تھا۔ **راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت، سکندر آباد۔**

❁ میں بچپن سے ہمدرد نونہال پڑھتی آ رہی ہوں۔ میں نے اس سے ہمیشہ اپنی اصلاح پائی ہے۔ ہمیشہ اس کو اپنا رہبر مانا ہے اور شہید حکیم محمد سعید اور آپ کی باتیں ہمیشہ ہی سے ہماری رہنمائی کرتی آئی ہیں۔ آپ کی باتیں پڑھ کر ہمیشہ روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔ کتاب دوستی کا جو سبق آپ نے سکھایا ہے، وہ بہت کام آتا ہے۔ آپ ننھے معماروں کے کردار کی تعمیر کر رہے ہیں تو آپ سے ایک گزارش کرنا چاہوں گی کہ انھیں اپنے مذہب سے لگاؤ پیدا کرنے میں بھی آپ پورا کردار ادا کریں۔ **فائزہ محمود احمد، کراچی۔**

خوشی ہوئی کہ آپ نے ہمدرد نونہال کے مطالعے سے فائدہ اُٹھایا۔ عزیزہ من! آپ نے صحیح لکھا ہے کہ ہمارے بچے مذہب سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ یہی نہیں اخلاق اور کردار سے بچے بڑے سب دور ہو رہے ہیں، لیکن مذہب کی روح اخلاق اور انسانی خوبیاں ہیں۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ دعووں کے بجائے خاموشی اور سلیقے سے ان میں وہ انسانی خوبیاں پیدا کی جائیں، جو ایک مسلمان میں ہونی چاہییں۔

❁ ہمدرد نونہال میں اور میرے بہن بھائی بچپن سے پڑھ رہے ہیں، بلکہ میرے والدین بھی اپنے بچپن سے پڑھتے آ رہے ہیں اور ہمیں بھی اس کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ انکل! ہمدرد نونہال نہ صرف مفید کہانیاں بلکہ سائنسی علم بھی فراہم کرتا ہے۔ **سیدہ دردہ خالد، کراچی۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ خاص کر ماں کی تصویر، منصوبہ ساز، بلاعنوان کہانی اور ہیرو تو بہت ہی زبردست تھیں۔ **حافظہ نگین انصار احمد خان، حیدر آباد۔**

❁ انکل! حکیم محمد سعید نے ۱۴- اگست کے حوالے سے آزادی کو موضوع بنایا ہے۔ پہلی بات میں اس مہینے کا جو خیال ہے وہ بالکل ٹھیک ہے یعنی

خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوشیاں دو۔ بلاعنوان کہانی (معراج) بہت سبق آموز ہے۔ ایک وزیرِ اعظم کی سبق آموز کہانی (مسعود احمد برکاتی)، میں تمھاری ناک ہوں (حکیم محمد سعید) اور برج خلیفہ بہت ہی اچھی تحریریں ہیں۔ **سمانہ تقوی، کراچی۔**

❁ اگست کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ رسالے کی ہر تحریر معیاری، خوب صورت اور سبق آموز تھی۔ ہمدرد نونہال ایک مخلص استاد اور شفیق دوست کی طرح ہماری تربیت کرتا ہے۔ اللہ اس کے معیار کو یونہی برقرار رکھے۔ **نبیلہ عروج کمبوہ، محراب پور۔**

❁ میں ہمدرد نونہال تب سے پڑھ رہا ہوں جب ہمدرد نونہال بارہ روپے کا ہوا کرتا تھا۔ ہمدرد نونہال بہت اچھا جا رہا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ یہ اچھا ہی چلتا رہے۔ ہر ماہ کی طرح اس مرتبہ بھی جب رسالہ ہاتھ میں آیا تو فوراً معلومات افزا پر چھلانگ لگائی۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی۔ ''ماں کی تصویر'' بھی اچھی لگی۔ ''بادشاہ چھٹی پر ہے'' بھی اچھی تھی۔ **محمد عمار حمید، کراچی۔**

❁ آپ نے ''روزے کا مقصد'' میں ایک لائن لکھی ہے کہ ''معلوم ہوا کہ روزہ نہ صرف بندے کو برائیوں سے بچاتا ہے، بلکہ اس کے جسم کو بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔'' لیکن میری امی کا ایک گردہ خراب ہو گیا ہے، لیکن پھر بھی وہ روزے رکھتی ہیں اور روزے رکھنے سے ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ **اسما سلیم، بہاول نگر۔**

> روزہ صحت کے لیے اچھا ہے، لیکن جب کوئی شدید بیماری ہو معالج کا مشورہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

❁ اس مہینے کا خیال بہت عمدہ تھا۔ سرورق بھی شان دار تھا۔ نظموں میں چودہ اگست زبردست تھی۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں، مگر ہیرو (وقار محسن) اور ماں کی تصویر (تارا مقدم) نمبر لے گئیں۔ **حمنہ اقبال، کوئٹہ۔**

❁ شمارہ اگست کی ساری کہانیاں دل چسپ تھیں، لیکن ماں کی تصویر، بلاعنوان اور منصوبہ ساز اے ون رہیں۔ **سامیہ ایمن، اسلام آباد۔**

❁ اگست کا سرورق بہت پسند آیا۔ سید قاسم محمود صاحب کے بارے میں اتنی معلومات پہلی مرتبہ ملیں۔ ہمیشہ کی طرح ساری کہانیاں لاجواب تھیں۔ ''آرائشِ محفل'' کا انتظار شدت سے رہے گا۔ **انشراح یاسر انصاری، کراچی۔**

❁ اگست کے شمارے میں بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی اور ''ماں کی تصویر'' پڑھ کر دل نے کہا کہ واقعی ماں اپنی اولاد سے کتنا پیار کرتی ہے۔ **سحر، عائشہ، ارحم، حیدر آباد۔**

❁ مجھے ہمدرد نونہال میں اپنی تحریر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور میں محترمہ سعدیہ راشد کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے اتنا اچھا تحفہ دیا۔ **فرحان یاسین کھتری، ٹنڈو الٰہیار۔**

❁ آپ بلاعنوان کہانی کا ایک ہی عنوان مت چن لیا کریں۔ جو نونہال زیادہ عنوان ایک جیسا بھیجتے ہیں آپ وہی پسند کر لیتے ہیں اور عنوان بھی اکثر ایسا ہی ہوتا ہے مثلاً اور انگوٹھی مل گئی، اور منزل مل گئی، اور دیوار گر گئی۔ انکل! یہ کیا بات ہوئی؟ ہر انعامی عنوان مختلف ہونا چاہیے اور انکل! اس دفعہ پھر آپ لوگوں نے کوپن والے صفحے کے پیچھے کتابوں کے بارے میں اشتہار لگا ہوا تھا اور کتابیں بھی اسلامی جنھیں دیکھ کر کوپن کاٹنے کا دل نہیں کرتا۔ **شفا فاطمہ راجپوت، نواب شاہ۔**

> ہر بار تو اس قسم کے نہیں آتے اور ہم پورے غور و فکر کے بعد عنوان کا یا عنوانوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

❁ ہمدرد نونہال جاگو جگاؤ سے نونہال لغت تک بہت ہی اچھا تھا۔ اشتیاق احمد کی کہانی کی تعریف نہ کی جائے تو زیادتی ہوگی۔ **اسماء منیبہ فہد، کراچی۔**

❁ اگست کے شمارے میں ہیرو، منصوبہ ساز، بلاعنوان کہانی مزے دار تحریریں تھیں اور ایک وزیرِ اعظم کی سبق آموز کہانی، بُرج خلیفہ اور میں تمھاری ناک ہوں معلومات کا خزانہ تھیں۔ **واجد علی، کراچی۔**

❁ سب سے پہلے جاگو جگاؤ پڑھا، اچھا لگا۔ پہلی بات میں روزے کا مقصد اور حکیم صاحب کی تحریر ہارون رشید اور امام مالکؒ پسند آئیں۔ کہانی ہیرو بہت اچھی لگی۔ انکل مسعود احمد برکاتی کی تحریر ایک وزیرِ اعظم کی سبق آموز کہانی اور آرائشِ محفل تو رسالے کی جان تھیں۔ **محمد ارشد اللہ رکھا، کوٹ غلام محمد۔**

❁ اگست کے شمارے میں تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ہمدرد نونہال کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ **رانا محمد ہاشم، کراچی۔**

❁ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے (فرزانہ روحی اسلم) اور بلاعنوان انعامی کہانی (معراج) سبق آموز اور دل چسپ تھیں۔ برج خلیفہ بھی پسند آئی۔ منصوبہ ساز بھی اچھی تھی۔ نظموں میں گیت پاکستان کا (منظر ایوبی) پسند آئی۔ **اُسامہ طیب، کبیر والا۔**

❁ بلاعنوان کہانی (معراج) اور ہیرو (وقار محسن) بہت پسند آئیں۔ **تابش تحسین، کراچی۔**

❁ پتا ہی نہیں کیوں، اگست کا شمارہ خالی خالی لگا۔ شاید اس میں یومِ آزادی کی تحریریں نہیں تھیں۔ اشتیاق احمد کی تحریر منصوبہ ساز کا پہلا ٹکڑا بہت اچھا تھا۔ **صبیحہ انجم، کراچی۔**

❁ سرورق کی تصویر بہت ہی پیاری تھی۔ پہلی بات (مسعود احمد برکاتی) میں اس مہینے کا خیال بہت ہی اچھا تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی (معراج) بہت اچھی تھی، اس کے علاوہ ہیرو (وقار محسن)، ماں کی تصویر (تارا مقدم) منصوبہ ساز، (اشتیاق احمد) تو بہت زیادہ پیاری لگیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے پڑھ کر تو ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو گیا۔ **نشاء، عروسہ، ندا، کراچی۔**

❁ اگست کا شمارہ نہایت ہی خوب صورت سرورق کے ساتھ موصول ہوا۔ رسالہ توقع سے بڑھ کر معلوماتی اور دیدہ زیب تھا۔ ''بادشاہ چھٹی پر ہے'' عمدہ کہانی تھی۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح اچھے تھے۔ باقی تمام سلسلے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ **شہروز حیدر، چکوال۔**

❁ اس مہینے کی تمام کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ **انیلا نثار، کراچی۔**

❁ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ پہلے والے شمارے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اگست ۲۰۱۰ء کا شمارہ بھی بہت خوب تھا۔ خاص طور پر سرورق دیکھ کر تو دل باغ باغ ہو گیا، جب کہ پہلے نمبر پر کہانی منصوبہ ساز (اشتیاق احمد) دوسرے نمبر پر بادشاہ چھٹی پر ہے (فرزانہ روحی اسلم) اور تیسرے نمبر پر کہانی ہیرو (وقار محسن) رہی۔ **عروج قیوم، کراچی۔**

❁ مجھے کہانیوں میں ماں کی تصویر، منصوبہ ساز، ہیرو، بادشاہ چھٹی پر ہے اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت اچھی لگیں۔ مضامین میں سے میں تمھاری ناک ہوں اور روزے کا مقصد بہت پسند آئے۔ **علشبہ نورلیس، لاہور۔**

❁ سرورق کے تو کیا کہنے، بھئی، دل خوش کر دیا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات ہر مہینے کی طرح اچھی لگے۔ کہانیوں میں بلاعنوان انعامی کہانی، بادشاہ چھٹی پر ہے اور ماں کی تصویر بہت اچھی لگیں۔ اس بار لطائف بھی بہت مزے دار تھے۔ بیت بازی تو ہر مرتبہ بازی لے جاتی ہے۔ **لائبہ، خنسہ اشرف، عائشہ، کرن، ٹنڈو جان محمد۔**

❁ محترم حسن ذکی کاظمی میرے پسندیدہ مصنف ہیں، ان کا انٹرویو شائع کیجیے۔ **ماہا قدیر، جہلم۔**

❁ اگست کا شمارہ تو واقعی بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ کیا ہم ایک سے زیادہ ناموں کی تحریریں ایک ہی لفافے میں بھیج سکتے ہیں؟ **وجیہہ الطاف، کراچی۔**

> ہاں، کوئی حرج نہیں، لیکن ہر تحریر الگ کاغذ پر صاف صاف نام پتے کے ساتھ ہو۔

❁ تمام رسالہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ **قاری محمد حمزہ اکرم،**

❁ آپ ہمدرد نونہال کو بے حد اچھے انداز سے سجاتے ہیں۔ اگست کے ہمدرد نونہال کی تو بات ہی مت پوچھیے۔ کہانیوں میں ہیرو، بادشاہ چھٹی پر ہے، ایک وزیر اعظم کی کہانی، ماں کی تصویر اور ناک کے بارے میں اچھی اچھی معلومات پڑھ کر دل شاد باد ہو گیا۔ **عابد علی آرائیں، ٹنڈو میر علی۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ سرورق کا تو جواب ہی نہ تھا۔ بادشاہ چھٹی پر ہے، ایک وزیر اعظم کی سبق آموز کہانی، بلاعنوان بہت لاجواب تھیں۔ **اقصیٰ ثمرہ، جاوید جھول۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا رہا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں، خاص طور پر ''بادشاہ چھٹی پر ہے'' بہت پسند آئی اور ''برج خلیفہ'' پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ **سید محمد وجدان خضر نوشاہی، ساہن پال شریف۔**

❁ بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی اور ماں کی تصویر بھی بہت پسند آئی۔ انکل! مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ میں 9th کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ مجھے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق ہے۔ بس اس حوالے سے بھی کوئی تحریر دیا کریں۔ **رافعہ فاطمہ ولی اللہ، نارتھ کراچی۔**

> اچھا شوق ہے۔ ضرور ڈاکٹر بنو، ہر مہینے ''اعضا بولتے ہیں'' کا سلسلہ اسی قسم کی تحریر ہے اور تم نے یہ ''9th'' کیوں لکھا، کیا اپنی پیاری زبان اردو میں ''نویں'' نہیں لکھ سکتی تھیں؟

❁ کہانیوں میں ہیرو (وقار محسن)، بادشاہ چھٹی پر ہے، (فرزانہ روحی اسلم) اور ماں کی تصویر (تارا مقدم) بہت اچھی تھیں۔ **محمد انس رضا، خوشاب۔**

❁ انکل! اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ اس سے ہمیں اپنے ملک کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا ملا۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر ''میں تمھاری ناک ہوں'' سے بہت کچھ معلوم ہوا۔ دیگر تحریروں میں ماں کی تصویر، ننھا مقرر، ہیرو بہت زیادہ پسند آئیں۔ **عائشہ افضل، پشاور۔**

❁ اگست کا ناول اور سب کہانیاں اچھی تھیں۔ **محمد اشفاق، اٹک۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ **وریشا رفیق، کراچی۔**

❁ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے اور بلاعنوان کہانی زبردست رہیں۔ انکل! معلومات افزا میں سوال کچھ آسان دیا کریں۔ **راشد علی عمرانی، شہداد پور۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ سرورق خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ

اور پہلی بات لاجواب تھے۔ نظم قومی پھول، گیت پاکستان کا اور چودہ اگست بہت اچھی تھیں۔ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے، بلاعنوان کہانی اور منصوبہ ساز بھی لاجواب تھیں۔ برج خلیفہ زبردست تحریر تھی۔ ایک وزیراعظم کی سبق آموز کہانی بھی اچھی تھی۔ **عیشہ نوید رندھاوا، جہانیاں۔**

❁ جاگو جگاؤ پڑھ کر شہید حکیم محمد سعید کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، دوسرے نمبر پر پہلی بات تو دل کو ٹھنڈک دیتی ہے۔ نعت رسول مقبولﷺ (شہاب اقتدار قدر)، مضامین میں روزے کا مقصد (عتیق الرحمان صدیقی) پہلے نمبر پر رہیں۔ ہارون رشید اور امام مالکؒ (شہید حکیم محمد سعید) اور ایک وزیراعظم کی سبق آموز کہانی (مسعود احمد برکاتی) بھی پہلے نمبر پر تھیں۔ ہیرو (وقار محسن) بادشاہ چھٹی پر ہے، (فرزانہ روحی اسلم)، بولنے والا دستانہ (حسن ذکی کاظمی)، میں تمھاری ناک ہوں (شہید حکیم محمد سعید)، ماں کی تصویر (تارا مقدم) مضمون برج خلیفہ (ڈاکٹر ناہید الٰہی اقبال) اور نظموں میں آم، ہمارا وطن، چاند تارا وطن، قومی پھول، گیت پاکستان کا، غرض ہمدرد نونہال سرورق سے لے کر نونہال لغت تک زبردست تھا۔ **رفعت بتول، جھاوریاں۔**

❁ سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پر بلاعنوان انعامی کہانی، بادشاہ چھٹی پر ہے، منصوبہ ساز، میں تمھاری ناک ہوں، برج خلیفہ اور ماں کی تصویر بہت اچھی لگیں۔ چاتو اور چاکو میں صحیح لفظ کون سا ہے؟ **اسماء کنول، رحیم یار خان۔**

> ''چاتو'' صحیح لفظ ہے۔ چاقو ترکی زبان سے اردو میں آیا ہے۔ چاکو بالکل غلط ہے۔

❁ انکل! میرے امی اور ابو کہہ رہے تھے کہ ہمدرد نونہال ایک بہت معیاری رسالہ ہے۔ اس کے منتظم پوری تحقیق کے بعد کہانی چھاپتے ہیں اور یہ بات مدِ نظر رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کی تربیت کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ ہمدرد نونہال مستقل یونہی جاری وساری رہے۔ **اقصیٰ راؤ، کراچی۔**

❁ اگست کا شمارہ اچھا تھا، لیکن سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ کہانیوں میں ہیرو، ماں کی تصویر اور بلاعنوان انعامی کہانی اچھی لگیں۔ **اذکی راؤ، کراچی۔**

❁ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت اچھی تھی۔ مضمون '' میں تمھاری ناک ہوں'' اور ''روزے کا مقصد'' بہت اچھے تھے۔ کہانیوں میں ایک وزیراعظم کی سبق آموز کہانی، بادشاہ چھٹی پر ہے، ماں کی تصویر اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔ نظموں میں قومی پھول، گیت پاکستان کا اور چودہ اگست اچھی تھیں۔ **محمد افضل رندھاوا، سانگھڑ۔**

❁ اگست ۲۰۱۰ء کا شمارہ زبردست رہا۔ سرورق بہت خوب صورت لگا، جس نے شمارے کو چار چاند لگا دیے۔ **تبسم محمد لطیف، حیدرآباد۔**

❁ بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگی اور ہیرو بھی خاصی پسند آئی۔ میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ رسالے میں معلوماتی چیزیں زیادہ سے زیادہ ہونی چاہییں۔ **محمد اسد مختار، رحیم یار خان۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت خوب تھا۔ خاص طور پر منصوبہ ساز (اشتیاق احمد) بہت اچھی لگی، اس لیے اگلے رسالے کا انتظار ہے۔ انکل! کیا ''مسکراتی لکیریں'' کے لیے میں بھی تصویر بھیج سکتی ہوں یا صرف غزالہ امام صاحبہ ہی بنائیں گی؟ **وردہ بزل، تلہ گنگ، چکوال۔**

> اگر آپ اس معیار کی تصویر بنا سکتی ہیں تو ضرور بنائیں۔

❁ اگست کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہانیوں میں صرف دو کہانیاں ہیرو اور بادشاہ چھٹی پر ہے زیادہ اچھی تھیں۔ لطائف اس بار اچھے نہیں تھے۔ **وقاص احمد پھنو، ہری پور ہزارہ۔**

❁ اگست کے شمارے میں لطیفے پرانے تھے، اس لیے مزہ نہیں آیا۔ کہانیاں بہترین تھیں اور سرورق بہت ہی خوب صورت تھا۔ **نبیلہ بلوچ، اوتھل، بلوچستان۔**

❁ سرورق زبردست تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ سے فائدہ اُٹھایا۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگی۔ وقار محسن کی ''ہیرو'' اچھی لگی۔ فرزانہ روحی اسلم کی کہانی ''بادشاہ چھٹی پر ہے'' کافی سبق آموز تھی۔ بیت بازی میں سب نونہالوں نے اچھے شعر بھیجے۔ **اقصیٰ عبدالوحید، نواب شاہ۔**

❁ اس بار اگست کا شمارہ توقعات پر پورا نہیں اترا، اس لیے نہیں کہ میرا نام کہیں موجود نہیں تھا، بلکہ اس لیے کہ جشن آزادی کے حوالے سے بہت کم تحریریں تھیں۔ **شاداب ریاض شاہد، نارتھ کراچی۔**

❁ اگست ۲۰۱۰ء کا پورا شمارہ بہت ہی زیادہ اچھا تھا۔ دعا ہے کہ ہمدرد نونہال دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ **نوال صدیقی،**

❁ اس ماہ کا ہمدرد نونہال سب سے زیادہ زبردست رہا۔ پاکستان کا راستہ (افضال احمد خان) اول نمبر پر رہی، جب کہ اس کے علاوہ علم دریچے کا سلسلہ بھی بہت زبردست چل رہا ہے۔ کہانیوں میں ہارون رشید اور امام مالکؒ، ہیرو اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھیں۔ **محمد نفیس، قذافی ٹاؤن۔**

❁ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ آپ کی انتھک محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگست کے شمارے میں منصوبہ ساز (۱) بہت ہی زبردست تھی۔ **عبدالرؤف ٹالپر، ٹنڈو جان محمد۔**

❁ اگست کا ہمدرد نونہال ہمیشہ کی طرح پسند آیا۔ سرورق کی تصویر بھی بہت

معصوم اور بھولی بھالی تھی۔ تمام کہانیاں اعلا درجے کی تھیں۔ لطیفے بھی نئے اور اچھے تھے۔ **فاطمہ عبداللہ، گلشن حدید۔**

❁ میرے خیال میں نونہالوں کے لیے ہمدرد نونہال سے بڑھ کر کوئی رسالہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالے دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ **عبدالباسط عباسی، بورے والا۔**

❁ اگست کا رسالہ بہت اچھا تھا۔ خصوصاً کہانیوں میں ہیرو، بادشاہ چھٹی پر ہے، ماں کی تصویر، ننھا شہید بہت پسند آئیں۔ محمد اعظم عظیم اعظم کی نظم چودہ اگست پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ **سائرہ جبیں، ملائکہ، کراچی۔**

❁ دل چسپی اور معلومات سے بھر پور کہانیوں، دل کش سرورق، عمدہ خیال، کھلکھلاتا ہنسی گھر اور بہترین نظموں سے سجا شمارہ بہت پسند آیا۔ کہانی ماں کی تصویر بہت اچھی لگی، اس کے علاوہ میں تمھاری ناک ہوں اور برج خلیفہ سے کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ **ارج رفیق، کراچی۔**

❁ اگست کا ہمدرد نونہال آپ کی ان تھک محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا اور سرورق نے تو دل ہی جیت لیا۔ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے اور بلاعنوان کہانی پسند آئیں، البتہ لطیفوں کی کمی محسوس ہوئی۔ **ایمن خالد، واہ کینٹ۔**

> ہاں، آپ کی بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ نونہالو! اچھے لطیفے تلاش کرنے میں محنت کیا کرو۔

❁ اگست کے سرورق میں بچے بہت ہی پیارے لگ رہے ہیں۔ کہانی ہیرو، بادشاہ چھٹی پر ہے، ماں کی تصویر اور ننھا مقرر بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں۔ اشتیاق انکل کی کہانی منصوبہ ساز بھی بہت اچھی تھی۔ **عائشہ مجید، لاہور۔**

❁ اگست ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ ہر مہینے کا جاگو جگاؤ (شہید حکیم محمد سعید) اور پہلی بات (مسعود احمد برکاتی) بہت زبردست ہوتے ہیں۔ **بلال محمد یاسین، تربت۔**

❁ اگست کا شمارہ اچھا تھا۔ کہانیوں میں بادشاہ چھٹی پر ہے، بلاعنوان انعامی کہانی، منصوبہ ساز، برج خلیفہ، ایک وزیر اعظم کی سبق آموز کہانی اچھی کہانیاں تھی۔ دیگر تحریروں میں روزے کا مقصد، روشن خیالات، بولنے والا دستانہ اچھی تحریریں تھیں۔ اسلامی معلومات کی کمی محسوس ہوئی۔ **عباس علی مونی، کراچی۔**

❁ اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ خاص طور پر سرورق، شہید حکیم محمد سعید کا سلسلہ "اعضا بولتے ہیں" ایک دل چسپ اور معلوماتی سلسلہ ہے جس کو پڑھ کر ہر ماہ نونہالوں کو کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ **ایم ذیشان شیرازی دکھی، راولپنڈی۔**

❁ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ہمدرد نونہال بہترین ہوتا جا رہا ہے۔ **محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد۔**

❁ کچھ نونہال "آیئے مصوری سیکھیں" کو بند کرنے کی درخواست کرتے ہیں، مگر یہ ایک اچھا سلسلہ ہے۔ اس سے ہماری سیکھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ **محمد اسد اشفاق، لاہور۔**

❁ کہانی بادشاہ چھٹی پر ہے اور ماں کی تصویر بہت پسند آئیں۔ گیت پاکستان کا اور قومی پھول نظم بہت پسند آئیں۔ **نائمہ خالد بٹ، لاہور۔**

❁ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ خاص طور پر پاکستان کا راستہ، بلاعنوان، عظیم فن کار اچھی تھیں۔ اس کے علاوہ کہانی ماں کی تصویر اور اشتیاق احمد کا ناول قابلِ قدر تھے۔ **محمد جعفر، گروٹ۔**

❁ اگست ۲۰۱۰ء میں کہانیوں میں ماں کی تصویر اور پاکستان کی راستہ نمبر لے گئیں۔ باقی تمام تحریریں بھی بہت اچھی تھیں۔ نظموں میں گیت پاکستان کا بہت پسند آئی۔ **راشدہ ثمرین، بہاول پور۔**

❁ اگست کا شمارہ ملا۔ بہت ہی زبردست تھا۔ اشتیاق احمد کا نیا ناول بہت ہی زبردست تھا۔ **حامد عبدالباقی، ایبٹ آباد۔**

☆

شمارہ نومبر ۲۰۱۰ء کی متوقع تحریریں

☆ میں تمھارا معدہ اور آنتیں ہوں
شہید حکیم محمد سعید

☆ شروع تو کیجیے۔ مسعود احمد برکاتی

☆ قصہ حاتم طائی (تیسرا ٹکڑا) سید علی اسد

☆ نیا سویرا۔ وقار محسن

☆ اور بہت ساری دل چسپیاں

☆☆☆

نونہال خبر نامہ

بلی کی دھلائی

جرمنی کی ایک خاتون کے بیٹے نے پالتو بلی کو واشنگ مشین میں دھو دیا۔ تفصیلات کے مطابق لوسی نامی خاتون کی بلی واشنگ مشین میں سو رہی تھی۔ خاتون کے بیٹے نے غلطی سے واشنگ مشین کو آن کر دیا اور پانی کو گرم کرنے والے بٹن کو ایک سو چورانوے درجے فیرن ہائٹ پر گھما دیا، جس کی وجہ سے واشنگ مشین میں سوئی ہوئی بلی غوطے کھانے لگی اور گرم پانی سے اس کی کھال جھلس گئی۔ خاتون نے فوری طور پر آ کر مشین کو روکا اور پولیس کو فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد فائر بریگیڈ کے عملے نے آ کر بلی کو مشین سے نکالا۔ اس وقت تک بلی موت کے قریب پہنچ چکی تھی، تاہم اسے جانوروں کے اسپتال پہنچایا گیا، جہاں اسے موت کے منہ میں جانے سے بچا لیا گیا۔ ☆

معذور شخص کا تنہا بحر اوقیانوس پار کرنے کا عالمی رکارڈ

برطانوی شہر ساؤتھ ایمپٹن کے ایک معذور ملاح نے مختصر ترین عرصے میں تنہا بحر اوقیانوس کا سفر طے کر کے عالمی رکارڈ قائم کر لیا۔ ۲۸ دنوں کے مختصر دورانیے میں دنیا کا دوسرا سب سے بڑا سمندر طے کرنے والا یہ شخص دونوں ٹانگوں سے معذور ہے اور وہیل چیئر کے ذریعے سے اپنے معمولات انجام دیتا ہے۔ ۴۲ سالہ جیف ہولٹ نے ۴۳۴۵ کلومیٹر کا سفر خاص طور پر تیار کی گئی ایک کشتی میں اکیلے طے کیا ہے، جس میں دورانِ سفر اسے کئی تکلیفوں کا بھی تنہا مقابلہ کرنا پڑا۔ ☆

دنیا کی سب سے منہگی پنسل

بہت سے لوگ قیمتی قلم خریدنے کے شوقین ہوتے ہیں۔ اب ایسے افراد کے لیے ایک خاص قسم کی پنسل تیار کی گئی ہے، جو اب تک بنائی جانے والی دنیا کی سب سے منہگی پنسل ہے۔ آپ چاہے کتنے ہی سخی ہوں، لیکن اس پنسل کے چھلکے کو ضرور سنبھال کر رکھیں گے، کیوں کہ یہ کوئی عام پنسل نہیں، بلکہ سونے سے بنی ہوئی ہے۔ کوریا میں تیار کی گئی اس پنسل پر چوبیس قیراط سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے، جس نے اسے دنیا کی سب سے منہگی پنسل بنا دیا ہے۔ ☆

جوابات معلومات افزا - ۱۷۶

سوالات اگست ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئے تھے

۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۱۳ ہجری میں وفات پائی۔

۲) امامِ اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کہا جاتا ہے۔

۳) پاکستان کے پہلے صدر اسکندر مرزا تھے۔

۴) منگلا ڈیم دریاے جہلم پر بنایا گیا ہے۔

۵) فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں قائم کیا گیا تھا۔

۶) اردو کے مشہور شاعر مومن خاں مومن نے اپنی تاریخ وفات خود نکالی، جو درست ثابت ہوئی۔

۷) مشہور ناول ''آگ کا دریا'' قرۃ العین حیدر نے لکھا تھا۔

۸) دودھ کی کثافت معلوم کرنے کے لیے آلہ لیکٹومیٹر (LACTOMETER) استعمال کیا جاتا ہے۔

۹) معالج عام طور پر مریض کی نبض کی رفتار دیکھنے کے لیے کلائی پر ہاتھ رکھتے ہیں۔

۱۰) چمگادڑ واحد پرندہ ہے جس کے دانت ہوتے ہیں۔

۱۱) اسپین (ہسپانیہ) میں مسلمانوں کی حکومت ۱۴۹۲ء میں ختم کر دی گئی تھی۔

۱۲) خلیفہ ہارون رشید کے دور میں بغداد کو عروس البلاد کہا جاتا تھا۔

۱۳) مشہور سیاح مارکو پولو اٹلی کا رہنے والا تھا۔

۱۴) پاکستان کا شہر سیالکوٹ کھیلوں کے سامان کی تیاری کے لیے مشہور ہے۔

۱۵) اردو زبان کی ایک مشہور کہاوت یہ ہے: ''بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔''

۱۶) شاعر محمد امان نثار کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہو گی ۔۔۔ مجھ میں اور ان میں سبب کیا جو لڑائی ہو گی

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☯ **کراچی:** مریم سرور، محسن امیر صدیقی، سمیرا خالق، سیدہ وجیہ ناز کرمانی، سید باذل علی اظہر، سید محمد اریب، سیدہ فاطمہ رضوی ☯ **حیدرآباد:** محمد صہیب بنگش، زوہیب احمد عباسی ☯ **سکھر:** دلشاد انصاری ☯ **لاہور:** امروز اسلم، اریبہ صابر ☯ **بہاول پور:** حافظہ علینہ رحمان ☯ **ڈیرہ غازی خان:** ڈاکٹر احمد جنید خان چغتائی ☯ **اسلام آباد:** نعمان احمد صدیقی۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

☯ **کراچی:** محمد عمر اقبال خان، محمد بلال صدیقی، سعدیہ ایمن، فریال انجم، حافظ محمد عمیص بابر، اسماء حسن، عریشہ انیقہ محمد سلیم، علی تنویر پھول، سائرہ خان، محمد طاہر انصاری، راؤ عزیر علی، ملک محمد آصف، فوزیہ ملک، قدسیہ شریف، سومیہ کرن، عنبر شمس، محمد مصعب علی، محمد دانیال صدیقی، محمد عبداللہ، محمد عارف بخش راجپوت، یوسف مفتی، شاداب ریاض شاہد، اریبہ دلشاد، سیدہ ثوبیہ ناز، فائزہ محمد احمد، عمارہ ناصر، عبداللہ عارف، فائزہ مفتی، زعیم اختر، ارسلان ریحان عقیل، اسماء ارشد، ازکیٰ غفار راؤ، حبیبہ حفیظ، نیر انیس، سید محمد طلحہ، سید فیضان احمد کرمانی، سید عفان علی جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ جوریہ جاوید، سید شہظل علی اظہر، محمد حبان عاطف صدیقی، رخشندہ کنول، رخسانہ جنید، سید مصطفیٰ رضوی، سید اسددی، ماریا، سیدہ حسینہ رضوی، سیدہ طاہرہ رضوی، سید حیدر رضا رضوی، سیدہ زینب رضوی، سیدہ صمیاء رضوی، سید ابوزر غفاری، سیدہ ثانی زہرہ، سیدہ رباب فاطمہ، سید محسن رضا رضوی، سید مہدی رضا رضوی ☯ **حیدرآباد:** عائشہ ایمن احتشام، اقراء عبدالوحید شیخ، محمد حارث سلیم، محمد اُسامہ انصاری، محمد ارباب بیگ، سویرا ادریس، طٰہٰ یاسین، مرزا فرحال بیگ، آصف کریم، سعد بن ضیاء، سعدیہ عبدالواحد انصاری ☯ **کوٹری:** اقراء ماہم ☯ **ملکی:** اُم کلثوم، عائشہ بی بی، اقصیٰ احمد، تیمور جاوید، الضحیٰ فاطمہ، وجیہ جاوید، سول قریشی ☯ **نواب شاہ:** اقصیٰ عبدالوحید ☯ **دوڑ:** ثناء فاطمہ راجپوت ☯ **محراب پور:** نبیلہ عروج کمبوہ ☯ **سکھر:** ہادیہ عروج ☯ **سانگھڑ:** محمد افضل رندھاوا، محمد ثاقب منصوری، کرن اقبال بھٹی ☯ **جھول:** ثمرہ اقصیٰ جاوید ☯ **سنجھورو:** رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، محمد امین سیف الملوک، خالدہ عبدالقدوس، رانا مبین حیدر راجپوت ☯ **لاہور:** شمائل حسن کھتری، محمد علی ☯ **جھنگ:** محمد عمر حسن، محمد بلال فرحت ☯ **جہانیاں:** محمد عبداللہ نوید رندھاوا ☯ **اٹک:** احتشام خورشید ☯ **جہلم:** انس عابد، قرۃ العین عقیل

لون، محمد افضل ⊙ ملتان: محمد سعید کشمیری، حمزہ سعید قریشی ⊙ واہ: قراۃ العین قاضی ⊙ راولپنڈی: فریحہ ناز، ربیعہ آفتاب، عروج عبداللہ، طاہرہ عرفان، میمونہ فریال، محمد حسن ساجد، محمد عبدالرحمان ⊙ کوئٹہ: محمد حارث خان ⊙ پشاور: محمد عبید ⊙ میرپور (آزاد کشمیر): محمد طیب اسلم ⊙ کوٹلی (آزاد کشمیر): محمد جواد چغتائی۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

⊙ کراچی: سید زین الحسن، احدیہ خان غوری، طوبیٰ امین کھتری، محمد سیف اللہ، انشراح یاسر انصاری، حاسن یاسر انصاری، ثانیہ جینفر، اُسامہ بن زاہد، دانیال محمود، حافظہ عمیرہ خادم حسین، مرتضٰی صابر علی، فاطمہ علی، ثاقب تنویر، عبداللہ مقبول مسعود، طاہرہ مشتاق، محمد فیروز علی، صادق علی، آمنہ شفیق، عائشہ محمود حسن، خدیجہ موسوی، اسماء منیبہ فہد، عارفہ تجلی، وسیم اللہ، سید صفدر رضا رضوی، ماہین انور بیگ بلوچ ⊙ حیدرآباد: مصطفیٰ ایوب، سارہ شفیع ⊙ ٹنڈو الہیار: فرحان یاسین کھتری، محمد آصف یاسین کھتری ⊙ سانگھڑ: جویریہ فریاد علی رحمانی، اشوک کمار حیدری، توشیبا الطاف ⊙ ٹنڈو جان محمد: عبدالرؤف ٹالپر ⊙ میرپور خاص: ثناء عزیز، عدیل احمد ⊙ محراب پور: شبیر احمد کمبوہ ⊙ نواب شاہ: رخسار معیز اعوان ⊙ سکرنڈ: منور سعید خانزادہ راجپوت ⊙ لاہور: ظفر اقبال، امتیاز علی ناز، دہاج عرفان، عائشہ مجید ⊙ گوجرانوالہ: محمد طلال خان ناصر سواتی ⊙ ٹوبہ ٹیک سنگھ: عائشہ اسلم ⊙ رحیم یار خان: عائزہ ضیاء، اسماء کنول، شیخ محمد مبشر سلیم، محمد اسد مختار، محمد عامر ⊙ اسلام آباد: سامیہ محمود الحسن حجازی ⊙ بہاول پور: محمد حذیفہ شعیب ⊙ راولپنڈی: محمد ریان الرحمان ⊙ جھاوریاں: رفعت بتول ⊙ شکردرہ: عبدالرافع ⊙ ملتان: ربیعہ عروج، عبدالرحمان ارشد، طلحہ مبارک علی ⊙ سرگودھا: انوشا عارف، خواجہ ⊙ روکھڑی (میانوالی): مہوش رفیع، طاہرہ بتول ⊙ ڈھڈیال (چکوال): شہروز حیدر ⊙ چکوال: محمد سرمد ⊙ کوئٹہ: جمنیٰ اقبال۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

⊙ کراچی: رافعہ محمد آصف، اذان احمد صدیقی، فرح ارم، ملیحہ جمیل، فرحین خان، سیدہ کومل شاہین، فرح اسلام، حرا کائنات، صائبہ مصطفیٰ، نوال صدیقی، عشناء نوید، عبیث عمران، رافعہ خالد، کہکشاں ارجمند ⊙ حیدرآباد: اریبہ محمد ایاز خان، نورالسحر، جمیل الرحمان ⊙ دولت پور صفن: فضہ سعید خانزادہ ⊙ لاہور: نائمہ خالد بٹ ⊙ موکل (قصور): محمد جواد احمد فیضی ⊙ کہروڑ پکا: چندا ساحل ⊙ ملتان: توقیر مہتاب، محمد رضا علی سرگانہ ⊙ رحیم یار خان: اُسامہ طیب ⊙ چیچہ وطنی: فاطمہ امتیاز ⊙ ساہیوال: سیدہ پایندہ حیا ⊙ گجرات: منیبہ یعقوب ⊙ بہاول نگر: عروج علی ⊙ منڈی بہاؤ الدین: حفصہ تحریم ⊙ جھنگ: حمزہ

جاوید بھٹی ⊙ مظفر گڑھ: عبداللہ بن نعیم ⊙ شور کوٹ: محمد قاسم ⊙ کالا گجراں: محمد بدر ⊙ راولپنڈی: عامر ذوالفقار، قیصرہ پروین، ثنا عرفان، فصیح شبیر ⊙ بھمبر: اُسامہ بن شبیر ⊙ کوئٹہ: آسیہ طاہر۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

⊙ کراچی: یمنا قیوم، منہب بن جاوید، عائشہ، مفازہ قیصر، آمنہ وقار، محمد طیب حسن، محمد دلشاد، خضر راشد صدیقی، ارم نسیم، اُمِ حبیبہ غلام علی سیالوی، محمد نفیس، عباس حسین، محمد بسم اللہ، انیلا نثار ⊙ حیدرآباد: تبسم محمد لطیف، مصباح عارف احمد، بنت منیر احمد خان ⊙ ٹنڈو جان محمد: عابدہ عبدالغفار ⊙ کوٹ غلام محمد: اُمہ ہدیٰ عبدالستار ⊙ شہداد پور: راشد علی عمرانی ⊙ لاڑکانہ: نبی بخش ابڑو، معتبر خان ابڑو ⊙ لاہور: ارمغان الرحمان، حرا یاسمین، شہر یار ملک ⊙ فیصل آباد: عیشۃ الراضیہ طارق ⊙ اسلام آباد: شبانہ بشیر ⊙ راولپنڈی: نوشینہ نشاط فاطمہ، اقبال احمد خان، عائشہ فاروق ⊙ رحیم یار خان: حافظ محمد زین العابدین ⊙ ساہیوال: سارہ ظفر ⊙ بہاول پور: تعبیر ساجد، سیدہ بشریٰ بخاری ⊙ کبیر والا: اُسامہ طیب، محمد قسور آرائیں ⊙ ٹانک: ولید احمد کنڈی، ودود احمد کنڈی، نورینہ سراج ⊙ حویلیاں (ایبٹ آباد): حامد عبدالباقی۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

⊙ کراچی: عائشہ اعجاز ملتانی شیرازی، لائبہ نعیم، نورین سلیم، محمد نوید، مرتضیٰ احمد، رانا محمد ہاشم، وریشا رفیق، عائسر عالم، واجد نگینوی ⊙ ٹھٹھہ: فریحہ مقبول عباسی ⊙ میر پور ماتھیلو: محمد اویس گڈانی ⊙ ہتھنگو: لائبہ ظہیر قائم خانی ⊙ سیالکوٹ: ذوالقرنین حیدر ⊙ مرید کے: سعدان علی ⊙ بہاول نگر: راؤ نعیم اقبال ⊙ کالا گجراں: ہارون الرشید ⊙ ملتان: مومنہ طارق ⊙ سرائے عالمگیر: صباء پرویز ⊙ کلور کوٹ: اقراء عروج ⊙ اسلام آباد: محمد شہر یار اسلم، شانزہ ملک ⊙ تربت: بلال محمد یاسین ⊙ کوہاٹ: روحیل صالح خان۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

⊙ کراچی: اسماء محمد اسلم، بہزاد عالم انصاری، نصرت علی، اقراء مغل، حافظ محمد معاذ ابو طالب، نوید احمد، عروج قیوم، ماہ رخ سمیع، رافعہ فاطمہ ولی اللہ ⊙ حیدرآباد: بسمہ اسلم ⊙ تلہ گنگ: عبدالسمیع ⊙ ملتان: عنیزہ ناز ⊙ بہاول پور: عمر توقیر ⊙ گوجرہ: محمد رحمان اسلم ⊙ سمبڑیال: محمد اسد بلال راجپوت ⊙ اسلام آباد: مسکان امجد، نازنین فاطمہ۔

☆☆☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

اگست ۲۰۱۰ء میں جناب معراج کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کے بعد صرف ایک عنوان ''نیکی کا صلہ'' کو بہترین قرار دیا ہے۔ یہ عنوان ہمیں مختلف جگہوں سے ۲۶ نونہالوں نے بھیجا ہے۔ ان نونہالوں کو انعام کے طور پر کتاب روانہ کی جائے گی۔

۱۔ عمار راحفیظ، کراچی
۲۔ راؤ عزیر علی، کراچی
۳۔ محمد عمار انصاری، کراچی
۴۔ عریشہ انیقہ محمد سلیم، کراچی
۵۔ مرتضیٰ احمد، کراچی
۶۔ عنبر اعوان، تلہ گنگ
۷۔ محمد نوید، کراچی
۸۔ وجیہ الطاف، کراچی
۹۔ سیدہ سنبل شاہین، کراچی
۱۰۔ بسمہ اسلم، حیدر آباد
۱۱۔ محمد ارشد اللہ رکھا، کوٹ غلام محمد
۱۲۔ محمد علی، لاہور
۱۳۔ محمد جواد احمد فیضی، قصور
۱۴۔ ہمایوں افضل، چکوال
۱۵۔ شہروز حیدر، چکوال
۱۶۔ شیخ محمد مبشر سلیم، رحیم یار خان
۱۷۔ تیمور شہاب، ملتان
۱۸۔ آفاق احمد، ملتان
۱۹۔ محمد رضا علی سرگانہ، ملتان
۲۰۔ عیشہ نوید رندھاوا، جہانیاں
۲۱۔ مہوش رفیع، میانوالی
۲۲۔ محمد حمزہ اکرم، وہاڑی
۲۳۔ محمد بلال امین، راولپنڈی
۲۴۔ نوشینہ نشاط فاطمہ، راولپنڈی
۲۵۔ محمد عمیر، پشاور
۲۶۔ فاطمہ امتیاز، ساہیوال

چند اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں:

نواب صاحب کس کے گھر اُترے۔ انعام کا حق دار۔ حسنِ سلوک۔ انسانیت کی جیت۔ احساس۔ سائبان۔ خدمت میں عظمت۔ جس نے کی بھلائی۔ با ادب با نصیب۔ ہمدردی کا صلہ۔ صلہ رحمی۔ نیکی جیت گئی۔ انسان دوست۔ پچھتاوا۔ ☆

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: ضحیٰ پرویز، واجد نگینوی، محمد تابش تحسین، رانا محمد ہاشم، عبداللہ مقبول مسعود، نمرہ اقبال، فیضان ایم حنیف، ماہین انور بیگ بلوچ، بنت محمد طارق، محمد سعد افراہیم، علی تنویر پھول، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی، محمد وہاج شریف، عباس علی مونی، سندس آسیہ، عروبہ سجاد، سمیرا خالق، عافیہ تجلی، انیلا نثار، عمار احفیظ، تانیہ جیننر، شمائیلہ محمد یوسف، ملیحہ جمیل، عائشہ قاضی، عروبہ شمس، مریم سرور، سیدہ وجیہ ناز کرمانی، سید فیضان احمد کرمانی، حمیدہ ملک، کلثوم ناصر، مزمل احمد محمد امین کھتری، سید محمد اریب، رخسانہ جنید، فرزان احمد تبسم، یمنا قیوم، نبیل عمران، یشل نوید، حفصہ راشد صدیقی، اُم کلثوم، فائزہ محمود احمد، انشراح ریحان عقیل، لائبہ نعیم، راؤ عزیر علی، محمد دلشاد، جویریہ عبداللہ، حافظہ یمنیٰ خان، سیدہ عمیمہ عباد، عروج قیوم، عطروبہ مشہود، ارج رفیق، وجیہ غلام رسول، فرح اسلام، مطہرہ شکیل احمد، فاطمہ علی، محمد حیات خان اعوان، محمد عماد انصاری، محمد حارث عبداللہ، نورین سلیم، طوبیٰ آفتاب، عروسہ، وریشا رفیق، رافعہ فاطمہ ولی اللہ، اریبہ احمد، عریشہ انیقہ محمد سلیم، لاعبہ اعجاز، عائشہ محمود حسن، اذان احمد صدیقی، گلناز سمیع، مرتضیٰ احمد، محمد طیب حسن، ھدیٰ شہاب، حافظ محمد عمیس بابر، سید ہدایت اللہ، عنبر اعوان، اقصیٰ غفار، سدرہ علی، رامین فاروق، عائشہ شاہد خان، ماہم سلیم، محمد فیروز علی، محمد صادق علی، دانیال محمود، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سید مریم محبوب، سیدہ عفیفہ جاوید، شاداب ریاض شاہد، مریم فاطمہ، سید محمد طیب، سید محمد حذیفہ، نمرہ حفیظ، محمد نفیس، محمد حمزہ حمود الرحمان خانزادہ، نوال صدیقی، طٰہٰ جمیل، مطہرہ ناصر، نصرت علی، اغنیٰ کرن، سید زین الحسن، سیدہ ثوبیہ ناز، حمزہ زیدی، محمد معارج، سائرہ خان، حافظ محمد معاذ، عبدالرحمان قیصر، محمد صہیب علی، محمد نوید، ارم نسیم خان، اُم حبیبہ غلام علی سیالوی، محمد عمار حمید، سمانہ تقوی، ردا فاطمہ، ملک محمد آصف، حاجی اسماعیل، وجیہ الطاف، سیدہ سنبل شاہین، اریبہ دلشاد، فرزین اعجاز ملتانی شیرازی، جویریہ مصطفیٰ، عبیث عمران، رافعہ خالد، انشراح یاسر انصاری، حاسن یاسر انصاری، محمد انس خان غوری، فرح شیریں، فرح ارم، محمد دانیال صدیقی، اقراء مغل، اسماء ارشد، واجد علی، اسماء منیبہ فہد، حافظہ حرا شاہد، اُسامہ بن زاہد، عائشہ خان، حمزہ سہیل، عائشہ عالم، حافظہ عمیرہ خادم حسین ☆ حیدرآباد: سبرینہ رضوان احمد، مصباح عارف احمد، بسمہ اسلم، سارہ شفیع، اریبہ ایاز خان، عائشہ رحمان، آصف کریم، عائشہ ایمن احتشام، مرزا فرحال بیگ، طٰہٰ یاسین، اریبہ فاطمہ بنگش، کوسین شفیق، عائشہ منیر، عاتکہ منیر، محمد اُسامہ انصاری، کنزہ سلیم، زوہیب احمد انصاری، مصطفیٰ ایوب، سعدیہ عبدالواحد انصاری ☆ ٹنڈو الہیار: فرحان یاسین کھتری، محمد آصف یاسین کھتری ☆ کوٹری: اقراء ماہم ☆ میرپور ماتھیلو: محمد اویس گڈانی ☆ ٹھٹھہ: فریحہ مقبول عباسی ☆ مکلی: وجیہ جاوید، عائشہ بی بی، اُم کلثوم، اقصیٰ احمد، الضحیٰ فاطمہ، تیمور جاوید، سول قریشی ☆ سکرنڈ: عبداللہ محمد انور مغل، منور سعید خانزادہ راجپوت ☆ دوڑ: ثناء فاطمہ

راجپوت ☆ دولت پور صفن: فضہ سعید خانزادہ ☆ نواب شاہ: اقصیٰ عبدالوحید، رخسار معیز اعوان ☆ محراب پور: نبیلہ عروج کمبوہ، جویریہ کمبوہ، شبیر احمد کمبوہ ☆ خیر پور: عاطف حسین ☆ سکھر: محمد اشرف محمود، دلشاد انصاری، عطیہ عروج ☆ لاڑکانہ: نبی بخش ابڑو ☆ سنجھورو: رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالفقار حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت ☆ جھول: اقصیٰ ثمرہ جاوید ☆ شہداد پور: راشد علی عمرانی ☆ سانگھڑ: شنکر لال حیدری، توشیبا الطاف، جویریہ فریاد علی رحمانی، محمد افضل رندھاوا، کرن اقبال بھٹی، محمد عاقب منصوری ☆ میر پور خاص: وقار احمد، نثار عزیز ☆ ٹنڈو جان محمد: محمد حذیفہ حافظ غلام اکبر، عبدالرؤف ٹالپر ☆ کوٹ غلام محمد: اُمہ ہدیٰ عبدالستار، محمد ارشد اللہ رکھا ☆ لاہور: شہریار ملک، ظفر اقبال، آمنہ گل، محسن علی رضا، مزمل احمد، عائشہ مجید، سلمان عرفان، عمران حیدر، نائمہ خالد بٹ، امروز اسلم، امتیاز علی ناز، ارمغان الرحمان، حرا یاسمین، علی رضا، محمد علی ☆ رائے ونڈ: محمد اسد اشفاق ☆ مرید کے: سعدان علی ☆ گوجرانوالہ: محمد طلال خان سواتی ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: عائشہ اسلم ☆ چونیاں: محمد جواد احمد ☆ کامونکی: مریم شوکت ☆ فیصل آباد: عون احمد، محمد ثوبان، اُسوہ علی، سارہ طارق ☆ سیالکوٹ: ذوالقرنین حیدر ☆ سمبڑیال: محمد اسد بلال راجپوت ☆ اوکاڑہ: خدیجہ بتول ☆ چکوال: محمد سرمد مرزا ☆ لاوہ: شاہ زیب علی ☆ چوآسیدن شاہ: ہمایوں افضل، اُسامہ رفیق ☆ ڈھڈیال: شہروز حیدر ☆ تلہ گنگ: وردہ بزل ☆ رحیم یار خان: محمد زین العابدین، اسماء کنول، فاطمۃ الزہرا، عائزہ ضیاء، محمد عامر، اُسامہ طیب، شیخ محمد مبشر سلیم، محمد اسد مختار، حافظ محمد زین العابدین ☆ جھنگ: محمد عمر حسن، عبدالکریم، عثمان، محمد بلال فرحت، محمد عاصم اقبال، حمزہ جاوید بھٹی ☆ کہروڑ پکا: چندا ساحل ☆ ملتان: تیمور شہاب، ربیعہ عروج، ایم ذیشان شیرازی دکھی، عنیزہ ناز، اسد علی اعوان، راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت، طلحہ مبارک علی، عبدالرحمان ارشد، حمزہ سعید قریشی، آفاق احمد، محمد رضا علی سرگانہ ☆ کامل پور موسیٰ: فیض الرحمان، حسن معاویہ ☆ اٹک: اسماء رحمان ☆ حضرو: احتشام خورشید ☆ شکر درہ: محمد مشتاق، خالد سیف اللہ ☆ جہلم: قرۃ العین عقیل لون، ثنیہ عابد ☆ کالا گجراں: محمد افضل، ہارون الرشید، محمد بدر ☆ گوجرہ: محمد عدنان اسلم ☆ سرگودھا: رفعت بتول ☆ جہانیاں: عیشہ نوید رندھاوا ☆ سانگلہ ہل: زوہیب احمد قریشی ☆ گجرات: منیبہ یعقوب، سید ظفر اقبال، مائدہ قیصر ☆ منڈی بہاؤ الدین: حفصہ تحریم ☆ خوشاب: محمد انس رضا ☆ میانوالی: محمد مظفر خان، طاہرہ بتول، مہوش رفیع، عاصم شہزاد خان ☆ راجن پور: اسماء حورین ☆ مظفر گڑھ: عبداللہ نعیم ☆ بورے والا: محمد حمزہ اکرم ☆ ڈیرہ غازی خان: حافظ محمد فہد خان ☆ خانیوال: مریم عطاء سیال ☆ کبیر والا: محمد علی، اُسامہ طیب، محمد قسور آرائیں ☆ بھکر: اقراء عروج ☆ ساہیوال: سارہ ظفر، سیدہ منقبت ایلیا، فاطمہ امتیاز ☆ بہاول نگر: عروج علی، راؤ نعیم اقبال، آصف عبدالغنی، اسماء سلیم ☆ بہاول پور: محمد شیراز، حافظہ علینہ رحمان، راشدہ ثمرین، عمر توقیر

مظہر، محمد انس ریاض ☆ واہ: ایمن خالد، فیضان خالد، قراۃ العین قاضی ☆ اسلام آباد: محمد شہریار اسلم، شبانہ بشیر، شانزہ ملک، مسکان امجد، چودھری محمد عبید الرحمان ضیاء، سامیہ ایمن، نازنین فاطمہ ☆ راولپنڈی: محمد عمیر خان، اقبال احمد خان، اقصیٰ چغتائی، عبدالواسع، طاہرہ عرفان، فریحہ ناز، ربیعہ آفتاب، محمد ریان الرحمان، ثناء عرفان، محمد بلال امین، نوشینہ نشاط فاطمہ، میمونہ فریال، احمد رضا، احمد حامد، محمد عبدالرحمان، فاروق قریشی، کنزا فاروق قریشی، وجیہ شبیر، بنت ثناء اللہ ☆ کوئٹہ: حمنہٰ اقبال، آسیہ ظاہر، محمد شہیر خان ☆ اوتھل: نبیلہ قمر اللہ بلوچ ☆ تربت: بلال محمد یامین، جاوید بشیر بلوچ، سہیل نصیر احمد، سلمان امان ☆ ٹانک: نورینہ سراج، ولید احمد کنڈی ☆ بنوں: مریم خالد ☆ ہری پور: سعدیہ سلطان، ماریہ امین ☆ کوہاٹ: حرا صالح خان ☆ پشاور: عائشہ افضل، صفیہ ناز، محمد عمیر، عرشیہ حسن ☆ بھمبر (آزاد کشمیر): طلحہ بن شبیر، محمد طیب اسلم ☆ کوٹلی: شہریار احمد چغتائی، نایاب محی الدین۔

☆

کہانیاں ہی کہانیاں

نونہالوں کے سب سے مقبول رسالے

ہمدرد نونہال کا کہانیوں بھرا شمارہ

جنوری ۲۰۱۱ء میں شائع ہو رہا ہے

نونہالوں کی فرمایش کے مطابق اُن کے

پسندیدہ کہانی نگاروں کی بہترین کہانیوں کا انتخاب

سنسنی خیز، جادوئی، مزاحیہ، جاسوسی، چٹپٹی کہانیاں

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی دل چسپ حکایات

مسعود احمد برکاتی کی پسندیدہ کہانیاں

تمام مستقل سلسلے اور نئی نئی معلوماتی تحریریں

صفحات زیادہ، لیکن قیمت مناسب

دوستوں کو دینے کے لیے بہترین تحفہ

جنوری کا شمارہ آج ہی اپنے اخبار والے سے محفوظ کرا لیں

نونہال لغت

ساکھ	سَا کھ	نیک نامی ۔ اعتبار ۔ بھرم ۔ عزت ۔ آبرو ۔ آن بان ۔
وسیلہ	وَ سِی لہ	ذریعہ ۔ واسطہ ۔ سبب ۔ سہارا ۔ آسرا ۔ دست گیری ۔
اجرا	اِ جْ رَ ا	جاری ہونا ۔ آغاز ۔ افتتاح ۔ نفاذ ۔ نشرو اشاعت ۔
ہیبت	ہے بَ ت	دہشت ۔ رعب ۔ ڈر ۔ خوف ۔
تشخیص	تَ شْ خِی ص	مرض کا پہچاننا ۔ جانچ ۔ تحقیق ۔ مقرر کرنا ۔ قرار دینا ۔
وافر	وَ ا فِ ر	بہت کثرت سے ۔ افراط سے ۔
فراموش	فَ رَ ا مو ش	بھولا ہوا ۔ یاد سے اُترا ہوا ۔
نالاں	نَا لَا ں	روتا ہوا ۔ گرتا ہوا ۔ فریادی ۔ عاجز ۔ تنگ ۔
منفعت	مَ نْ فَ عَ ت	نفع ۔ فائدہ ۔ سود ۔ حاصل ۔
آسودہ	آ سْ وْ دَ ہ	دولت مند ۔ خوش ۔ مطمئن ۔
آشتی	آ شْ تِ ی	صلح ۔ محبت ۔ امن ۔ دوستی ۔ اتفاق ۔
ترسیل	تَ رْ سِی ل	روانہ کرنا ۔ بھیجنا ۔ ارسال کرنا ۔ روانگی ۔
اسراف	اِ سْ رَ ا ف	فضول خرچی ۔ بے جا خرچ ۔
سرکش	سَ رْ کَ ش	نافرمان ۔ باغی ۔ مغرور ۔ بے وفا ۔
مہلک	مُ ہْ لِ ک	ہلاک کرنے والا ۔ مار ڈالنے والا ۔ زندگی ختم کرنے والا یا والی (مثلاً دوا)
پاسبان	پَ اسْ بَا ن	نگہبانی کرنے والا ۔ چوکیدار ۔ دربان ۔ گڈریا ۔
عنادل	عَ نَا دِ ل	عندلیب کی جمع ۔ بُلبلیں ۔
اشک بار	اَ شْ کْ بَا ر	آنسو بہانے ولا ۔ رونے والا ۔

داغ تو اچھے ہوتے ہیں
REMOVE STAI
1 MINU
Surf excel
1 منٹ
میں داغ مٹائے
پیش ہے نیا سرف ایکسل
Stain Expert formula کے
ساتھ، جو چائے اور کیچپ
جیسے سخت داغ نکالے
صرف ایک منٹ میں!
LOWE & RAUF

The Ultimate
HABANERO CHILLI Experience
It's Party for your taste buds!
A Dip Sauce made from a secret blend of finest Habanero Chillies, Rich Ripe Tomatoes, Garlic & Spices.
Shangrila Garlic Chilli Sauce a must for your meals.
Shangrila
Garlic Chilli Sauce
Shangrila
Takes the Taste...
...to the Limits
Pakistan's First Company Awarded HALAAL Certification By South African National Halaal Authority
Member
The Association for DRESSINGS & SAUCES, USA
www.shangrila.com.pk